ناولٹ

گھر اور گھاٹا

عمیرہ احمد

"پھر گھاٹا ہوا ہے..... پورے پچاس روپے کا.....!" رضیہ نے اپنی کرخت آواز میں تقریباً چلاتے ہوئے کہا تھا۔ اماں جی نے اپنی موٹے شیشے والی نظر کی عینک سے اپنی بہو کے دھندلاتے وجود کو بے حد بے بسی

سے دیکھا اور بڑبڑائی۔

"گھاٹا.....! گھاٹا کیسے ہوگیا.....؟" اس کے جملے نے جیسے جلتی پر تیل کا کام کیا تھا، رضیہ بری طرح بپھری تھی۔

"یہ میں بتاؤں گی یا تو بتائے گی......؟" اماں بختے نے اس کی بات پر غور کیے بغیر صحن کے وسط میں رضیہ کی سلائی مشین کے قریب بچھی چادر پر پڑے ان بسکٹ اور ٹافیوں کے ڈبوں کو دیکھ کر بڑبڑاتی رہی۔

"گھاٹا تو نہیں ہونا چاہیے...... یہ گھاٹا کیسے ہو جاتا ہے......؟" رضیہ نے ڈبے سے سارے کرنسی نوٹ نکال کر انہیں ترتیب سے رکھتے ہوئے کچھ جھڑکنے والے انداز میں اماں سے کہا۔

"جیسے روز ہوتا ہے۔ ویسے ہی آج ہوا ہے...... ویسے ہی کل ہوگا...... تیرا گھاٹا کبھی ختم نہیں ہوتا ہے اماں......؟" اماں بختے نے چونک کر اسے دیکھا۔

"میرا گھاٹا......؟" وہ پھر بڑبڑائی۔ رضیہ اب ڈبے میں پڑے سکے گن رہی تھی اور سکوں کی تعداد نے جیسے اسے کچھ اور ناخوش کیا تھا۔

"سارا دن تو باتیں کرتی رہتی ہے اماں...... اگر منہ کو بند اور آنکھوں کو کھلا رکھے تو یہ گھاٹا بند ہو جائے گا۔" رضیہ نے بلند آواز میں بڑی بدتمیزی کے ساتھ کہا اور کرنسی نوٹوں کو سلائی مشین کا اوپر والا ڈھکنا اٹھا کر اس میں پھینک دیا۔ سکوں کو اس نے ڈبے میں ہی رہنا دیا تھا۔ اماں نے اس بار کچھ نہیں کہا۔ رضیہ بڑبڑاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"سویرے سویرے کیا شور مچایا ہے...... کیا ہو گیا......؟" عبدل تولیا گلے میں ڈالے مسواک چباتا ہوا اور چپل گھسیٹتا اندر کمرے سے نکل آیا تھا۔

"یہ تم اماں سے پوچھو...... کہ کیوں سویرے سویرے تماشا ہوتا ہے اس گھر میں...... آج پھر پچاس روپے کا گھاٹا ہوا ہے۔" رضیہ نے اسی تندوتیز لہجے میں عبدل سے کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا اماں کہ تو کرتی کیا ہے...... لوگوں کو چیزیں دیتے ہوئے دھیان سے پیسے کیوں نہیں لیتی...... کوئی دو تین سو چیزوں کا کاروبار نہیں کر رہی...... دس چیزیں بیچ رہی ہے تو...... اور تجھ سے ان دس کا حساب نہیں رکھا جاتا......؟" عبدل منہ سے مسواک نکال کر ماں پر چڑھ دوڑا تھا۔ اماں بختے نے اپنی موٹے شیشوں کی عینک ٹھیک کی۔

"ٹھیک ہی کہتا ہے عبدل...... کوئی سو دو سو چیزیں تھوڑی ہیں، دس چیزیں ہیں...... دس چیزوں میں تو گھاٹا نہیں ہونا چاہیے۔ مجھے......" وہ ایک بار پھر پاؤں میں پہنی ہوئی چپل کو دیکھ کر بڑبڑائی تھی عبدل اور رضیہ دونوں میں سے کسی نے اس کی بڑبڑاہٹ پر دھیان نہیں دیا۔

"مجھے لگتا ہے یہ خود ہی کھاتی رہتی ہے ٹافیاں بسکٹ......" رضیہ نے تندوتیز آواز میں الزام لگایا۔

"خود کہاں کھائے گی، چار دانت ہیں اماں کے......" عبدل نے پتا نہیں کیا خیال آنے پر ماں کا دفاع کیا۔

"روٹی کھا سکتی ہے ان چار دانتوں کے ساتھ تو ٹافیاں اور بسکٹ بھی کھا سکتی ہے۔" رضیہ نے ترکی بہ ترکی کہا، اماں بختے نے چارپائی پر اپنے برابر بیٹھے چار سالہ سونو کو دیکھا تھا...... شاید اور کوئی اتنے قریب نہیں آتا تھا اماں کے اس لیے وہ چپ چاپ چارپائی پر اماں کے برابر بیٹھا سنجیدگی سے اس سارے جھگڑے کو دیکھ رہا تھا...... وہ خاموش تماشائی تھا۔

"میں نے تجھے پہلے ہی کہا تھا...... یہ دکانداری اماں کے بس کی بات نہیں......" عبدل نے اس بار اپنی بیوی کو جھڑکا تھا۔

"ارے، میں نے کب کہا ہے کہ منافع کما کر لائے...... گھر چلانے کی ذمے داری تھوڑی سونپ دی ہے اماں کو...... کوئی فائدہ نہ ہو...... پر نقصان بھی تو نہ ہو۔" رضیہ نے اسی انداز میں کہا۔ عبدل نے اس کی بات نہیں سنی تھی۔

"روز بیس، پچیس، پچاس روپے ہاتھ سے جاتے ہیں...... اندر بیٹھی رہتی تو اتنے پیسے تو نہ لگتے اس پر......" وہ اب بیوی سے جھگڑا کر رہا تھا۔

"اندر بیٹھ کر کون سے تیر مار لیتے تھے تمہاری اماں نے...... سارا دن چارپائی پر پڑی رہتی تھی...... ہر آنے جانے والے کے ساتھ باتیں کرنے بیٹھ جاتی تھی...... یہ فرمائش ہوتی تھی کہ ٹی وی لگا دو...... ایسے جیسے ٹی وی مفت میں چلتا ہے یہ کوئی تاج محل تو نہیں کہ جہاں مرضی

بھی بیٹھتی...... سلائی اسکول چلا رہی ہوں میں اس گھر اور تمہاری اولاد کے لیے...... کہاں بٹھاتی لڑکیوں کو...... اگر اماں کو اندر بٹھائے رکھتی تو...... اب کم از کم یہ گلی میں بیٹھی رہتی ہے تو گھر میں جگہ تو ہوتی ہے۔" رضیہ نان اسٹاپ بول رہی تھی۔

"تو پھر بھگتو تم ہی...... میں تو اس روز کی بک بک اور جھک جھک سے تنگ آگیا ہوں...... مجھ سے روز روز پورا نہیں ہوتا یہ گھاٹا۔" عبدل بولتا ہوا صحن میں بنے غسل خانے میں چلا گیا۔

"آج خود آکر دیکھوں گی کہ کس طرح چیزیں بکتی ہے تو...... دو دفعہ پیسے گن کر ڈبے میں ڈالا کر...... سارے عذاب میری جان کے لیے ہیں دو بیٹے اپنی بیویوں اور اولادوں کے ساتھ...... کویت میں عیش کر رہے ہیں مگر مجال ہے انہیں کبھی ماں کا خیال آجائے...... یہ گھاٹا ہمارے لیے رکھا ہے۔" رضیہ بولتی ہوئی اندر کمرے میں چلی گئی۔

ماں کے اندر جاتے ہی سوتو پھرتی سے چارپائی سے [illegible] گیا۔ "اب دکا[illegible] تھا۔ اماں بختے نے سر ہلا دیا۔ یہ روز کا معمول تھا۔ رضیہ کی طرح بکتی جھکتی منظر سے غائب ہوتی اور سوتو اپنا رول ادا کرنے لگتا۔ خاموش تماشائی ایک دم تماشے کا حصہ بن جاتا تھا۔

وہ اب صحن کے ایک کونے میں پڑی لکڑی کی بینچ نما میز اور اس میز کے اوپر پڑی بوری اٹھائے خوشی خوشی صحن کی دہلیز پار کر کے دروازے کے بائیں طرف نالی کے ساتھ میز رکھ رہا تھا۔ میز اپنی مخصوص جگہ پر رکھنے کے بعد سب دہلیز کے تھڑے کے ایک کونے میں اس تہ شدہ بوری رکھنے کے بعد اسی طرح بھاگتا اندر آیا۔ اماں بختے تب تک بمشکل ایک ہاتھ سے چارپائی کا سہارا لے کر دوسرا ہاتھ اپنے گھٹنے پر رکھ کر ہانپتی کانپتی کھڑی ہوئی تھی۔ سوتو تب تک اندر آگیا تھا۔ ہمیشہ کی طرح اس نے اماں کا ہاتھ پکڑا اور اسے سہارا دیتے ہوئے دروازے کی طرف چل پڑا۔ اماں بختے اب بھی بڑبڑا رہی تھی۔

"پتہ نہیں روز گھاٹا کیوں ہوتا ہے...... یہ زندگی میں ہر روز ہی کیوں گھاٹا پڑتا ہے...... کچھ سمجھ میں نہیں آتی کہ......" وہ بڑبڑاتے ہوئے دہلیز کو پار کرنے سے پہلے سانس لینے کے لیے رکی تھی۔ کھانسی کا ایک دورہ اسے پڑا تھا...... چند منٹ وہ وہیں کھڑی جھکی کمر کے ساتھ کھانستی رہی...... اس نے اب دروازے کے ایک پٹ پر ہاتھ رکھے سہارا لیا ہوا تھا سوتو کسی میکانکی انداز میں اماں کے پاس کھڑا اس دورے کے ختم ہونے کا انتظار کر رہا تھا...... یہ روز کا معمول تھا۔ صحن میں اپنی چارپائی سے یہاں دروازے تک آتے آتے اماں کئی مرتبہ کھڑے ہو کر کھانستی تھی۔

کھانسی حسب معمول ختم ہوگئی، سوتو نے دوبارہ اماں کا ہاتھ پکڑا اماں نے دہلیز عبور کی اور سوتو کی مدد سے وہ دہلیز کے سامنے بنے تھڑے پر بیٹھ گئی۔ سوتو ایک بار پھر اندر چلا گیا تھا۔ اس نے کسی مشینی انداز میں اماں کی چارپائی پر پڑا بستر لپیٹا اور اندر کمرے میں ایک کونے میں پڑے صندوق کے اوپر رکھ آیا پھر اس نے صحن میں آکر اماں کی چارپائی سیدھی کر کے دیوار کے ساتھ [illegible] زمین پر بچھی دری پر پڑے بسکٹ اور ٹافیوں کے ڈبے اٹھا کر باہر اماں کی میز پر جا کر رکھنے لگا یہ اس کا سب سے پسندیدہ کام تھا...... دادی کی دکان سجانا۔

اماں بختے کا نام بختاور تھا...... ماں کچھ اور نام رکھنا چاہتی تھی لیکن باپ نے بختاور رکھا...... کیونکہ بختاور کی پیدائش پر اسے دو ماہ کی بے کاری کے بعد کام ملا تھا۔ بختاور کے بعد اس کے ماں باپ کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی لیکن اس کے ماں باپ کے گھر میں کبھی فاقہ بھی نہیں ہوا۔ جب تک بختاور باپ کے گھر رہی...... باپ کو بھی بے روزگاری کا سامنا نہیں کرنا پڑا...... بیس سال کی عمر میں محلے کے سب سے کماؤ لڑکے کے ساتھ اس کی شادی ہوگئی تھی۔ شریف درزی تھا اور قریبی بازار میں اس کی ایک چھوٹی لیکن اپنی دکان تھی۔ بختاور باپ کی طرح شوہر کے لیے بھی بختاور ثابت ہوئی تھی۔ اس سے شادی کے بعد شریف کا کام بڑھنے لگا تھا اور شریف جہاں بختاور پر فدا تھا وہیں وہ اس بات کا اعتراف بھی

UrduPhoto.com

بڑبڑایا کرتا تھا۔ اوپر نیچے تین بیٹوں کی پیدائش نے بیسے بختاور کے واقعی بختاور ہونے پر مہر لگا دی تھی..... اور ایسے ماضی کے ساتھ اگر کھانے کا لفظ بختاور کو سمجھ نہیں آرہا تھا تو سمجھ میں آتا بھی کیوں..... وہ روز کھانا کھاتی تھی اور ہر روز کھانے کی وجہ ڈھونڈنے بیٹھتی تھی..... سارا دن وہ گلی میں بیٹھی بڑبڑاتی رہتی۔

''یہ کھانا کیوں ہوتا ہے.....؟ یہ کھانا کب ہوتا ہے.....؟ یہ کھانا کون دیتا ہے.....؟ یہ کھانا کیوں نہیں رکتا.....؟'' اس کے سوال گلی سے گزرتے کسی شخص کے پیر نہیں روکتے تھے..... روکتے بھی کیسے اماں بختے کا کھانا ان کا کھانا تھوڑی تھا..... ان کا کھانا تو ان کے اپنے گھر تھا۔

●●●

''بسکٹ لے لوں اماں؟'' سونو نے دادی کی دکان سیٹ کرنے کے بعد بڑے لاڈ سے اس کی گود میں سر رکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ اجرت'' وہ روز لیا کرتا تھا..... دادی کی دکان سجانے کا معاوضہ۔

''ٹھہر میں خود دیتی ہوں تجھے.....؟'' اماں بختے نے کانپتے ہاتھ کے ساتھ بسکٹ کے ڈبے کو ٹٹولنا شروع کیا۔ ''آج ساری چیزیں اپنے ہاتھ سے دوں گی میں تجھے..... تیری ماں ناراض ہوتی ہے پھر۔'' سونو نے دادی کی بات پر بڑی فرمانبرداری سے سر ہلا دیا۔

''ٹھیک ہے.....!'' اماں بختے نے ڈبے سے بسکٹ کا ایک پیکٹ نکال کر اسے دے دیا۔

''دیکھ پانی لا دے مجھے۔'' اماں نے ساتھ ہی اسے کہا۔ سونو سر ہلاتا بسکٹ کا ریپر کھولتے ہوئے دہلیز سے اندر چلا گیا۔

گلی میں صبح صبح لوگوں کی آمد و رفت جاری تھی۔ مرد کام پر جا رہے تھے..... بچے اسکول کو..... اور عورتوں نے ہر روز کی طرح صبح صبح گلی کے دروازوں سے باہر جھانکنا شروع کر دیا تھا وہاں سے گزرتے لوگ نالی پر دس ڈبوں کے ساتھ اپنی دکان سجائے اماں بختے کے وجود کے عادی تھے۔ اس کے وجود سے زیادہ اس کی بڑبڑاہٹ کے..... وہ دہلیز پر بیٹھی سارا دن آتے جاتے لوگوں کو دیکھتے بڑبڑاتی رہتی تھی..... کئی لوگ اسے پاگل سمجھتے تھے..... اور کئی خبطی..... اس کے پاس سے گزرنے والوں کو بھی اس کی باتوں کی سمجھ نہیں آتی تھی..... سمجھ تب آتی اگر کوئی اس کے پاس رکتا۔ اس لوئر مڈل کلاس محلے کے لوگوں کے پاس اپنے لیے وقت نہیں تھا..... زندگی دو وقت کی روٹی کے لیے انہیں چکی کے دو پاٹوں میں پیس رہی تھی..... اس ستر سالہ بوڑھی عورت کے لیے کوئی وقت کیسے نکالتا لیکن پاس سے گزرنے والا ہر شناسا محلے دار اماں بختے کو سلام ضرور کرجاتا تھا۔ جواب چاہے ملتا نہ ملتا۔

اماں بختے کو اب اپنے سامنے رکھے ڈبوں کا وہ بے مقصد محسوس کر رہی تھی۔ پھر اس نے اس ڈبے کو اٹھا کر گود میں رکھ لیا جس میں وہ پیسے ڈالتی تھی، ڈبے میں ہاتھ ڈال کر اس نے اندر موجود دس بارہ سکوں کو باہر نکال کر اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا۔ وہ شاید رضیہ نے اسے لیے رکھ چھوڑے تھے تاکہ وہ چاہے..... جھکتے ہوئے ان سکوں کو ہتھیلی پر پھیلائے دیکھتے ہوئے وہ بڑبڑائی۔

''کھانے کی سمجھ نہیں آئی..... کھانا کب ہوتا شروع ہوتا ہے..... یہ بھی پتا نہیں چلتا.....'' وہ اب جیسے سکوں سے پوچھ رہی تھی۔

''پہلی بار کھانا کب ہوتا ہے انسان کو.....؟'' جب وہ خود پیدا ہوتا ہے.....؟ یا جب وہ اولاد پیدا کرتا ہے.....؟''

●●●

''کتنا خوب صورت ہے میرا بیٹا۔ شریف اپنی پہلی اولاد کو گود میں لیے کہہ رہا تھا۔

''خوب صورت..... پورے خاندان میں کسی کا اتنا گورا رنگ نہیں ہے شریف..... بچے سے لگ رہا تھا'' بختاور نے مدھم لیکن فخریہ انداز میں کہا۔

''خاندان کیا..... پورے محلے میں کوئی میرے بیٹے جیسا خوب صورت نہیں ہے.....'' شریف اپنی اولاد کو دیکھ کر جذباتی ہو رہا تھا۔

''دے دے اس کو مجھے شریف..... تو نظر لگائے میرے بیٹے کو.....'' بختاور نے اس کی گود سے اپنے بیٹے کو اٹھا لیا۔

''ارے پگلی مانس..... بھلا ماں باپ کی نظر تھوڑی لگتی ہے اولاد کو.....'' شریف نے ہنس کر کہا۔

''کیا پتا.....؟'' بختاور اب اپنی آنکھ سے انگلی کے ساتھ کاجل لگا کر بیٹے کے ماتھے پر نظر کا ٹیکا لگا رہی تھی۔

''جو آتا ہے اس کی نظر ہی نہیں ہٹتی میرے بیٹے سے۔ میرا تو دل گھبرانے لگا ہے۔'' بختاور نے اپنے بیٹے کو گود میں لیتے ہوئے اپنے دوپٹے سے اس کا چہرہ ڈھانپ دیا۔

''..... ایسے ہی اولاد کو چھپا رہی ہے.....'' شریف نے برا مانا۔

''پھر تو اس طرح میرے بیٹے کو مت دیکھ جس طرح تو دیکھ رہا ہے۔'' بختاور نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔ شریف بے اختیار ہنسا۔

''اچھا تو آنکھیں بند کر۔'' وہ حیران ہوئی شریف نے بات بدل دی۔

''.....''

''بس تو آنکھیں بند کر.....'' شریف نے اصرار کیا۔

''اب یہ پہیلیاں مت کر شریف.....'' وہ جھنجلائی۔

''ارے، کچھ دینا ہے میں نے تجھے.....!'' شریف سنجیدہ ہوا۔

''کیا.....؟ مذاق کر رہا ہے۔'' وہ ہنسی۔

''مذاق کیوں کروں گا..... تو آنکھیں بند کر.....''

''اور..... جاہل ہوئی۔

''شریف.....'' شریف نے اس کی بات کاٹی۔

''بس آنکھیں بند کر اور ہاتھ آگے کر۔'' بختاور نے گھبراتے ہوئے اپنی آنکھیں بند کر کے ایک ہاتھ اس کے آگے کھول دیا۔

●●●

''اماں ایک بسکٹ کا پیکٹ دے دے۔'' اماں بختے بری طرح ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ ہتھیلی پر رکھے سکے ڈبے میں جا گرے تھے۔ اس کا پہلا گاہک آن پہنچا تھا۔ تیس پینتیس سالہ وہ آدمی اپنے دو سالہ بچے کو گود میں اٹھائے اس کا منہ چومتے ہوئے اماں سے کہہ رہا تھا۔ اماں نے بے حد حیرانی سے اس آدمی کا منہ دیکھا..... یوں جیسے اسے سمجھ نہ آرہی ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

''سونا کیوں شروع کر دیا اماں صبح صبح ہی ارے گلی میں سونا ہے تو پھر گھر سے ہی دیر سے آیا کر..... بسکٹ کا پیکٹ دے دے ایک.....'' اس آدمی نے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے ایک پانچ روپے کا نوٹ نکالا۔

''نہ مجھے کھانا نہیں چاہیے۔'' اماں بختے اس کا چہرہ دیکھ کر بڑبڑائی، آدمی نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

''کیسا کھانا.....؟ پانچ روپے کا پیکٹ ہے..... پانچ روپے تو دے رہا ہوں.....''

''اس میں کھانا نہیں ہے.....؟'' اماں نے پانچ کے نوٹ کو دیکھ کر کہا۔

''پوری قیمت ہے اماں..... کھانا کہاں ہے..... اب پانچ کا پیکٹ چھ میں دے گی۔'' اس آدمی نے کچھ تیز آواز میں کہا۔ اماں جیسے ہوش میں آگئی تھی۔ اس نے آدمی کے ہاتھ سے نوٹ پکڑ کر ڈبے میں ڈالتے ہوئے بسم اللہ پڑھی۔ یہ اس کی پہلی کمائی تھی بسکٹ کے ڈبے سے ایک پیکٹ نکال کر اس نے آدمی کی طرف بڑھایا، آدمی کے ہاتھ بڑھانے سے پہلے ہی گود میں اٹھائے اس بچے نے پیکٹ جھپٹ لیا۔ آدمی جیسے بچے کی اس حرکت پر باغ باغ ہو گیا تھا۔ بے اختیار بچے کے گال چومتے ہوئے اس نے اماں سے کہا۔

''دیکھا اماں کیسا تیز ہو گیا ہے میرا بیٹا.....'' اماں نے کچھ نہیں کہا۔ بچہ بسکٹ کا پیکٹ کھولتے ہوئے اب باپ سے باتیں کرنے لگا تھا اور باپ بھی اس کو اٹھائے اس کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے چلا گیا۔

اماں اسے جاتا دیکھتی رہی سونو دونوں ہاتھوں میں پانی کا گلاس پکڑے بڑی احتیاط سے باہر آیا۔

''اماں پانی.....!'' اس نے آتے ہوئے اعلان کیا۔

UrduPhoto.com

"اتنی دیر لگا دی پانی لاتے لاتے۔ میری تو پیاس بھی مر گئی......" اماں نے اس کے ہاتھ سے پانی کا گلاس پکڑنے سے پہلے اپنی عینک سنبھالی۔ سونو نے ایک نظر اماں کے سامان پر ڈالی، اماں اب پانی پی رہی تھی دو گھونٹ کے بعد اس نے گلاس رکھ دیا اور دوپٹے کے پلو سے اپنے گیلے ہونٹ پونچھے۔

"اماں یہ والی ببل لے لوں......؟" سونو تب تک ایک چیونگم پسند کر چکا تھا۔

"میں خود دیتی ہوں تجھے۔" اماں نے چیونگم کے ڈبے کو اپنے قریب کرتے ہوئے ٹٹول کر اس میں سے ایک چیونگم نکال کر سونو کی طرف بڑھائی۔ سونو نے بے حد خوش ہو کر وہ چیونگم پکڑ لی۔ سیدھا کھڑا ہو کر اس نے ایک سیکنڈ بھی نہیں لگایا تھا چیونگم کا ریپر اتار کر ریپر کو نالی اور چیونگم کو اپنے منہ میں ڈالنے میں۔

"سونو...... سونو......!" اندر سے رضیہ نے اسے پکارا تھا۔

"یہ لے...... یہ گلاس بھی لے جا......" اماں بختے نے اسے جاتے ہوئے ٹوکا۔ سونو نے بڑی فرمانبرداری سے گلاس اٹھایا، اندر موجود پانی خود چڑھایا اور پھر اندر چلا گیا۔

صحن میں آتی رضیہ نے گلاس اس کے ہاتھ میں دیکھتے ہی اسے ڈانٹا...... "بس صبح صبح ہی نوکر بن گیا تو......!"

"اماں کو پیاس لگ رہی تھی۔" سونو نے بتایا

"اور تو ماشکی ہے......؟" رضیہ نے اسے جھڑکا۔

"چل گلاس رکھ کر آ نہلاتی ہوں تجھے۔" دہلیز پر بیٹھی اماں بختے نے کھلے دروازے سے بیٹھے بیٹھے پلٹ کر اندر دیکھا رضیہ، سونو کا بازو پکڑے اب اسے غسل خانے کی طرف لے جا رہی تھی اماں نے دوبارہ گردن موڑ لی۔ سر جھکا کر اس نے گود میں پڑے ڈبے میں جھانکا...... سکوں کے درمیان پانچ کا وہ نوٹ پڑا تھا آج کے دن کی پہلی کمائی۔ اماں نے نوٹ کو سیدھا کیا پھر اس کی ایک تہہ لگا کر اسے دوبارہ ڈبے میں رکھ دیا۔

"انسان کو پہلا کھانا کب ہوتا ہے......؟ جب وہ خود پیدا ہوتا ہے......؟ یا جب وہ اولاد پیدا کرتا ہے......؟ یا جب وہ پہلا گھر بناتا ہے......؟" اماں پھر بڑبڑا رہی تھی۔

●●●

"اب آنکھیں کھول......" شریف نے اس کے ہاتھ پر کچھ رکھتے ہوئے کہا...... بختاور نے بے اختیار آنکھیں کھول کر اپنی ہتھیلی دیکھی، اس کی ہتھیلی پر ایک چابی رکھی تھی۔

"یہ کیا ہے......؟" اس نے بے حد حیرانی سے شریف سے پوچھا۔

"یہ ہمارے گھر کی چابی ہے......" شریف نے بے حد فخریہ انداز میں کہا۔ بختاور جیسے کرنٹ کھا کر سیدھی ہوئی۔

"اپنے گھر کی چابی......؟ تو نے بیعانہ دے دیا...... سودا کر لیا......؟" اس کی آواز شدت جذبات سے لرز رہی تھی۔ اس نے چابی مٹھی میں بھینچ لی تھی۔

"ہاں، میں نے سوچا تجھے اولاد پیدا ہونے پر خوش [illegible]

[illegible] کیسے میرے دل کی سنی ہے...... دیکھ لے شریف میری اولاد کتنی خوش قسمتی لے کر آئی ہے ہم دونوں کے لیے......" بختاور نے بے اختیار اپنے بیٹے کو چومتے ہوئے کہا۔

"تو بختاور ہے تو تیری اولاد بھی تو بختاور ہی ہوگی......" شریف نے بیٹے [illegible]

"پر بیعانے کے پیسے کہاں سے آئے تیرے پاس......؟" بیٹے کو چومتے چومتے بختاور کو خیال آیا۔

"وہ سائیکل بیچ دی ہے میں نے اپنی۔" شریف نے اطمینان سے کہا۔

"ہائے...... سائیکل کیوں بیچ دی؟" بختاور نے بے ساختہ پریشان ہو کر کہا۔

"گھر سائیکل سے زیادہ ضروری تھا۔ کرایے کے گھر میں رکھتا تجھے ساری عمر......" شریف بڑا مطمئن تھا۔

"تجھے کی پڑی......؟ کھانا ہوا ہوگا...... ابھی تو [illegible]

[illegible]" بختاور نے کچھ تشویش سے کہا۔

"اب تھوڑا کھانا تو ہوا ہے...... پورے پیسے تو نہیں [illegible] کی فکر نہیں مجھے......" شریف پرسکون تھا۔

"اب کام پر کیسے جایا کرے گا تو اتنی دور......؟" [illegible] اب اس کی فکر ستانے لگی تھی۔

"[illegible] پیدل جاؤں گا...... صحت کے لیے اچھا ہوتا ہے [illegible]" شریف نے ہنس کر کہا۔

"روز پانچ میل چل کر آیا جایا کرے گا۔" بختاور کو [illegible] یہ بات ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

"[illegible] تو کہہ رہی تھی کہ میں موٹا ہو رہا ہوں۔ اچھا [illegible] ہوں گا تو وزن کم ہو جائے گا۔" [illegible] شریف نے اسے بات مکمل [illegible] نہیں دی۔

"اچھا چھوڑ اب یہ بات...... [illegible] سائیکل [illegible] تو فکر نہ کر۔" بختاور چند لمحے اس کا [illegible] رہی پھر اس نے منی کو پکڑ اور بھینچ لیا۔

●●●

[illegible]

[illegible] کو ساتھ لیے اس کے پاس کھڑی اس کا حال [illegible] پوچھ رہی تھی اور اماں کے جواب دینے سے پہلے ہی اس [illegible] نے ایک سکہ اماں کی طرف بڑھاتے ہوئے [illegible]

"[illegible] کو چار ٹافیاں دے دو......" اماں نے سکہ اس [illegible]

"[illegible] بھی کھاتا ہے۔" عورت نے جواباً کچھ [illegible] اپنے بچے کے بالوں میں سے ایک تنکا [illegible] اماں بختے نے سکہ ڈبے میں ڈال کر ٹافیوں [illegible] سے چار ٹافیاں نکال کر بچے کے ہاتھ میں [illegible] نے فوری طور پر ایک ٹافی کا ریپر کھول کر [illegible] میں ڈال لیا۔

"[illegible] کے پیسے دے گیا تھا اور اس نے ٹافی [illegible] تھی۔ اب تھوڑی سبزی خرید دوں گی تو [illegible] کے ساتھ سالن کہاں بچے گا...... پر مجال ہے چینو کو چین آ جائے......" وہ عورت اماں بختے سے چینو کی شکایت کر رہی تھی ساتھ پیار سے اس کے بالوں پر ہاتھ بھی پھیر رہی تھی۔

"لا ایک ٹافی ماں کو بھی دے۔" عورت نے بڑے لاڈ سے چینو سے کہا۔ چینو نے بے اختیار ٹافیوں والی مٹھی کمر کے پیچھے کی۔

"میں نہیں دیتا...... پھر دو رہ جائیں گی میرے پاس۔" چینو نے دوٹوک انکار کیا عورت فخریہ انداز میں کھلکھلا کر ہنسی۔

"دیکھا اماں، حساب میں کتنا تیز ہے...... کیسے جھٹ پٹ جمع تفریق کر لیتا ہے۔" رشیدہ نے اماں بختے سے کہتے ہوئے چینو کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر کی طرف چل دی۔

"سلام اماں......" وہ رضیہ کے پاس سلائی سیکھنے کے لیے آنے والی دو لڑکیاں تھیں وہ بھی اماں کے جواب کا انتظار کیے بغیر دہلیز پار کر کے اندر چلی گئی تھیں۔

جس جگہ اماں کی چارپائی ہوتی تھی، اب وہاں ایک دری بچھی تھی اور اس دری پر چند سلائی مشینیں اور کچھ کپڑے پڑے تھے۔ رضیہ کے سلائی اسکول میں دس لڑکیاں سلائی سیکھنے آتی تھیں اور یہ تعداد بڑھتی گھٹتی رہتی تھی۔ رضیہ نے یہ اسکول پانچ سال پہلے شروع کیا تھا...... اور اس کے آغاز کے ساتھ ہی صحن میں اماں بختے کی چارپائی والی جگہ کی شدید ضرورت آن پڑی تھی...... اور چونکہ ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے اس لیے کئی سالوں سے اپنا پورا دن صحن کے اس کونے میں پڑی اس چارپائی پر گزارنے والی اماں بختے کو گھر کی دہلیز کے باہر یہ دکان کھولنی پڑی تھی، پہلے اماں کو رضیہ نے یہ چھوٹی چیزیں بیچنے کے لیے دی تھیں پھر بہت جلد اسے احساس ہو گیا کہ اس چھوٹی سی گلی میں اتنی بہت سی چیزوں کا کوئی خریدار نہیں تھا...... اس گلی کے دونوں سروں پر بڑی گلیاں تھیں اور ان گلیوں میں چھوٹی چھوٹی دکانوں کے ساتھ چند جنرل اسٹور بھی تھے...... اماں بختے کے پاس اس گلی کا ہی کوئی خریدار آسکتا تھا اماں بختے کی دکان کے سامان کے لیے تنگ اور سے کوئی

UrduPhoto.com

خریدار آنے والا نہیں تھا۔

چند مہینوں میں ہی بیچی جانے والی اشیا کی ورائٹی کم ہونے لگی تھی۔ شروع میں اماں بیٹھے روز دس پندرہ روپے کما ہی لیتی تھی...... ان دس پندرہ روپے سے اس کے مہینے کے چھوٹے موٹے اخراجات پورے ہونے کے ساتھ کئی بار گھر کی سبزی اور آٹا بھی آجاتا۔ عبدل کو ماں کو اب ہر مہینے کچھ نہیں دینا پڑتا تھا۔ دوسری طرف رضیہ اس لیے خوش تھی کہ وہ چارپائی والی جگہ کو استعمال کر رہی تھی...... سلائی اسکول میں وہ دو اور لڑکیاں لے سکتی تھی کیونکہ گنجائش نکل آئی تھی پھر آہستہ آہستہ اماں کا منافع کم ہونے لگا...... پہلے منافع کم ہوا پھر ختم ہوگیا۔

کچھ عرصے تک دکان بغیر منافع کے چلتی رہی...... پھر گھاٹا ہونے لگا تھا...... دو روپے، چار روپے...... اور اب یہ گھاٹا بڑھ کر کبھی کبھار پچاس روپے تک بھی چلا جاتا تھا۔ عبدل کو ہر مہینے ایک بار پھر اماں بختے کی دکان میں پیسے ڈالنے پڑتے تھے...... گھر میں جو ہنگامہ ہوتا وہ الگ...... رضیہ ہر روز آسمان سر پر ضرور اٹھاتی لیکن وہ اماں کی دکان ختم کرنے پر تیار نہیں تھی...... دکان ختم کرنے کا مطلب اماں کی گھر کے اندر چارپائی کے ساتھ واپسی تھی اور اس چارپائی کے دوبارہ بچھنے کی صورت میں اسے کم از کم دو لڑکیاں اسکول سے کم کرنی پڑتیں...... اور دو لڑکیاں کم کرنے کا مطلب ماہانہ دو تین ہزار روپے کا گھاٹا تھا...... اماں کی دکان سے ماہانہ ہونے والا گھاٹا چھ سات سو تھا...... دکان کے گھاٹے کے ساتھ بھی اماں کا گھر سے باہر رہنا رضیہ کے لیے گھاٹے کا سودا نہیں تھا۔

"اماں، چائے لے لو......" سوتو ایک کپ پکڑے بڑی احتیاط سے دہلیز پار کرتا باہر آیا۔

"ٹھہر میں پکڑتی ہوں۔" اماں نے بڑی احتیاط کے ساتھ اس سے کپ پکڑا۔ سوتو اماں کے پاس دہلیز پر بیٹھ گیا۔ وہ نہا کر آیا تھا اور رضیہ نے تیل لگا کر اس کے بالوں کی مانگ نکالی تھی۔ پھر اس کی آنکھوں میں سرمہ لگایا تھا پھر سرے سے ہی نظر کا ایک ٹیکا اس کے ماتھے پر بھی لگا دیا تھا۔

سوتو بڑی منتوں مرادوں کے بعد پیدا ہوا تھا...... چار بیٹیوں کے بعد...... وہ عبدل اور رضیہ کا اکلوتا بیٹا تھا...... یہ سلائی اسکول سوتو اور بچیوں کو انگلش میڈیم اسکول میں پڑھانے کی خواہش کے لیے معرض وجود میں آیا تھا۔

"یہ والی ٹافی دو نا اماں......" سوتو نے پاس بیٹھتے ہی ٹافیوں کے ڈبے میں جھانکتے ہوئے ایک ٹافی پر انگلی رکھی۔

"ٹھہر بے صبرے میں خود دیتی ہوں تجھے......" اماں نے پوپلے منہ کے ساتھ ہنس کر اس سے کہا۔ پھر چائے کا کپ رکھ کر اس نے ٹافی نکال کر سوتو کو دی۔

"تیرا کرتا کتنا پیارا لگ رہا ہے میرا بچہ۔" چائے کے کپ دوبارہ اٹھاتے اٹھاتے اماں کو سوتو پر پیار آیا تھا۔ وہ ٹافی کھولنے میں مصروف تھا اس نے اماں کی محبت پر غور نہیں کیا۔ اماں کپ اٹھا کر سڑک سڑک کر کے چائے پینے لگی۔ بس رضیہ اس معاملے میں اچھی تھی کہ صبح بنتی تو اماں کو بغیر پوچھے ایک کپ مل جاتا تھا...... وہ اماں کو مصروف رکھتا تھا۔

"سلام اماں......" اماں کے پاس سے سلائی اسکول کی دو اور بچیاں گزری تھیں پھر سوتو بھی یک دم کھڑا ہوگیا۔

"تو کہاں کو چلا ہے......؟" اماں نے چائے پیتے اسے ٹوکا۔

"میں گھر جا رہا ہوں......" ٹافی چوستے ہوئے اس نے اعلان کیا اور گھر کی دہلیز پار کر لی۔ اماں اس دہلیز کو دیکھتی رہی جیسے چند لمحوں پہلے اس کے پیروں نے عبور کی تھی۔

•••

"اندر چل...... یہاں کیوں کھڑی ہے......؟" شریف نے اسے ٹہوکا دیا۔

"مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا شریف کہ میں اپنے گھر کے دروازے پر کھڑی ہوں...... سچ بتا یہ کوئی خواب تو نہیں ہے۔" بختاور کی آنکھیں اب پانی سے بھر

گئیں وہ خوشی سے جیسے بے قابو ہو رہی تھی۔

"کوئی خواب نہیں ہے یہ بختے اپنا ہی گھر ہے...... چل اندر چل......" شریف اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے دروازے سے اندر لے آیا تھا۔

دو کمرے، برآمدے ایک غسل خانے اور ایک چھوٹے سے صحن کا وہ ساڑھے تین مرلے کا گھر اس وقت بختاور کو تاج محل سے کم خوب صورت نہیں لگ رہا تھا...... کیونکہ وہ اس کا گھر تھا...... اپنا گھر...... صحن کے وسط میں کھڑی وہ جیسے خوشی سے بے قابو اپنے سینے پر دونوں ہاتھ رکھے سامنے برآمدے اور اس کے پار دونوں کمروں کے بند دروازوں کو بے یقینی سے دیکھتی رہی۔

"میری ماں کو پچاس سال کی عمر میں اپنا گھر نصیب ہوا اور دیکھ شریف میں تو ابھی پچیس سال کی بھی نہیں ہوئی اور اپنے گھر میں کھڑی ہوں۔" اس نے شریف سے کہا۔

شریف جواباً بختاور سے مسکرایا۔

"اور میری ماں کو تو ساری عمر نصیب نہیں ہوا...... کرائے کے گھر میں ہی ساری عمر گزری...... اپنی اپنی قسمت ہے بختے۔"

بختاور اس کی بات سنے بغیر اب گھر کے کمروں میں دیوانہ وار جا جا کر دیکھ رہی تھی۔ شریف کو اس کی خوشی پر ہنسی آ رہی تھی وہ تو بالکل ہی دیوانی ہوئی تھی۔ دو کمرے، برآمدہ، باورچی خانہ، غسل خانہ، صحن، چھت...... "بہت سوہنا ہے...... بھاگ لگا دیے تو نے......" وہ اس سے بے قابو ایک ایک چیز کو تکنے میں مصروف تھی اس کا بس چلتا تو گھر کی اینٹیں تک گن ڈالتی۔

"ہاں بس اللہ کا کرم ہے...... کچھ مرمت ہونے والی ہے۔ پچھلا مالک مکان بتا رہا تھا کہ برسات میں چھتیں ٹپکتی ہیں...... برآمدے کا فرش کچا ہے...... اور کچھ اینٹیں ٹوٹی ہوئی ہیں پر باقی سب ٹھیک ہے۔" شریف نے اسے جیسے آگاہ کیا۔

"میں اپنی یہ چوڑی بیچ دوں گی، تو اسے بیچ کر کروا لینا......" بختاور نے بے اختیار اسے پیش کش کی۔ شریف نے اسے ٹوکا۔

"ایک ہی تو چوڑی ہے تیرے پاس وہ بھی بیچ دے گی......؟"

"تو کیا ہوا......؟" بختاور نے بے پروائی سے کہا۔

"تو پہنے گی کیا......؟" شریف کو اب بھی تشویش تھی۔

"کانچ کی چوڑیاں...... ایک نہیں ڈھیر ساری......!" بختاور نے ہنستے ہوئے چوڑی اتاری اور شریف کے ہاتھ پر رکھ دی۔

"پر سونا بیچ کر ہمیشہ گھاٹا ہوتا ہے......" شریف نے چوڑی کو دیکھ کر کہا۔

"کتنا گھاٹا ہو جائے گا......؟" بختاور نے کچھ تشویش سے پوچھا۔ شریف چوڑی کو دیکھنے لگا اور چوڑی بے اختیار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔

•••

تڑاق کی آواز کے ساتھ کپ اماں کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گرا اور دو ٹکڑے ہوگیا...... اماں بختے بے اختیار جیسے چونک کر حال میں آئی تھی۔ تبھی سوتو گھر سے نکل آیا اس نے بے حد تشویش سے جھک کر اماں کے قدموں میں پڑے کپ کے ٹکڑے اٹھائے اور کہا

"کپ ٹوٹ گیا اماں......؟"

"ہاتھ سے چھوٹ گیا سوتو......!" اماں نے فق چہرے کے ساتھ کہا۔

"پر اماں نے تو کپ لینے کے لیے بھیجا تھا مجھے......" سوتو اب پریشان ہو رہا تھا۔

"یہ ٹکو کا پیکٹ لے اور تو اماں سے کہہ دینا کہ مجھ سے ٹوٹ گیا ہے۔" اماں نے میز پر پڑا ٹکو کا ایک پیکٹ اٹھا کر اسے تھماتے ہوئے بڑی لجاجت کے عالم میں کہا۔

"اچھا میں کہہ دوں گا......" سوتو نے خوشی خوشی وہ پیکٹ لے لیا اور کپ کے ٹکڑے ہاتھ میں لیے اندر چلا گیا۔

صحن میں لڑکیوں کو سلائی سکھاتی رضیہ نے کپ کے ٹکڑوں کے ساتھ سوتو کو اندر آتے دیکھا اور وہ وہیں بیٹھے بیٹھے چلائی۔ "اس بڑھیا نے کپ توڑ دیا......؟"

UrduPhoto.com

''نہیں اماں، یہ تو میرے ہاتھ سے ٹوٹا ہے......؟''
سونو نے ٹکو کا پیکٹ دانت سے کھولتے ہوئے بڑی صفائی سے جھوٹا بولا۔ رضیہ کا پارہ جتنی تیزی سے اوپر گیا تھا اس سے زیادہ تیزی سے نیچے آیا۔

''تو بھی بس...... چل کوڑے کی ٹوکری میں پھینک اس کپ کو...... ذرا سا بچہ ہے اب روز روز چائے ڈھوتا ہے تو کپ تو ٹوٹے گا ہی اس سے۔'' رضیہ نے پاس بیٹھی لڑکیوں سے کہا پھر ساتھ ہی دور بیٹھی ایک قمیص کاٹتی لڑکی کو ڈانٹا۔

''یہ کیسے کاٹ رہی ہے تو...... قمیص بنانی ہے یا رضائی بنانی ہے تو نے......؟'' سونو کپ پھینک کر ٹکو کھاتا رضیہ کی گود میں آ کر بیٹھ گیا اور زبردستی اس کے منہ میں ٹکو ڈالنے لگا۔ رضیہ نے ٹکو کے چند دانے چباتے ہوئے بڑے پیار سے اکلوتے بیٹے کا منہ چوما۔ سونو نے جواباً اس کا منہ چوما۔

عبدل اسی وقت کام پر جانے کے لیے اندر سے نکلا۔ رضیہ کی گود میں بیٹھے سونو کو اٹھا کر اس نے اس کا منہ چوما پھر چلتے ہوئے دہلیز کے پاس اسے اتار کر وہ دہلیز پر بیٹھی اماں بختے کو سلام کیے بغیر تیز قدموں سے گھر سے نکل گیا۔ اماں بختے نے خود اسے سلام کر کے دعا دی تھی۔ ''اللہ حافظ! خیر سے جا خیر سے آ۔'' عبدل نے پیچھے پلٹ کر جواب دینے یا دیکھنے تک کی زحمت نہیں کی تھی۔ اماں بختے تب تک عبدل کو دیکھتی رہی جب تک اس کا دھندلا وجود گلی کا موڑ نہ مڑ گیا۔

●●●

شریف نے چونک کر کھانا کھاتے ہوئے اس کاغذ کو دیکھا۔ جو بختاور نے اسے پنکھا جھلتے جھلتے اچانک اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔ ''یہ کیا ہے......؟''

''میں نے آج گھر کی مرمت اور دوسری چیزوں کا حساب لگایا ہے...... وہ ساری چیزیں جو گھر میں ہونے والی ہیں۔'' بختاور نے اسے بتایا۔ کھانا کھاتے کھاتے اپنی انگلیاں چوس کر صاف کرتے ہوئے شریف نے وہ کاغذ اٹھا کر کچھ تجسس کے عالم میں پڑھا۔ اس کے ماتھے پر کچھ بل آ گئے تھے۔

''یہ تو بڑے پیسے لگ جائیں گے بختے...... چوڑی بیچ کر اتنے پیسے تو نہیں ملیں گے۔'' اس نے کچھ تشویش سے کہا۔

''پتا ہے مجھے۔ اس لیے میں نے سوچا ہے اپنی بالیاں اور شادی کی انگوٹھی بھی بیچ دوں۔ زیور کا کیا ہے زیور تو آتا ہی جاتا ہے۔'' اس نے بے حد اطمینان کے ساتھ کہا۔

''پر بختے ابھی مکان کی قسطیں جانی ہیں۔ مرمت پر سارا پیسہ لگا دیں گے تو...... تو قسطیں کہاں سے دیں گے۔ اگر زیور بیچنا ہی ہے تو قسطوں کے پیسے دے دیتے ہیں۔ مرمت تو میں اور تم مل کر...... کر لیں گے۔ [illegible] رہیں گے۔'' بختاور یک دم کچھ مایوس ہو گئی۔

''خود کیسے کریں گے مرمت......؟''

''پلستر تو نہ کرنا میں کر لوں گا۔ چھٹی والے دن یہ کام کرتا ہوں کام۔'' شریف نے فوراً کہا۔

''ایک چھٹی کا دن ہی ہوتا ہے تیرے پاس آرام کرنے کے لیے...... وہ بھی کام میں ضائع کرے گا۔''

[illegible]

[illegible] کر لوں گی، پھر کسی سے [illegible] لوں۔''
بختاور نے سوچتے ہوئے کہا۔

''تو پھر سنبھالے گی یا یہ کام کرے گی۔ میں جب کام کروں گا تو تو ساتھ ساتھ بتا دینا میرا...... اس طرح بچے کو چھوڑ کر گھر کی مرمت پر دھیان دے...... دیکھ وہ شاید جاگ گیا ہے...... ذرا لے آ اسے میرے پاس۔'' بات کرتے کرتے شریف نے [illegible] پنگھوڑے میں حرکت دیکھی۔

●●●

''ایک غبارہ لے لوں اماں......؟'' سونو نے اسے چونکایا۔ وہ ایک غبارہ ہاتھ میں لیے کھڑا تھا۔

''چل لے لے...... ہوا بھر کے دکھا مجھے۔'' اماں نے بڑے شوق سے اپنی عینک ٹھیک کرتے ہوئے کہا۔ سونو بڑی پھرتی سے غبارے میں ہوا بھرنے لگا۔ غبارے میں آدھی ہوا بھر کر اس نے اماں کے سامنے کیا۔ اماں نے بڑے اشتیاق کے ساتھ غبارے کو ہاتھ

کر دیکھا۔

''پوری ہوا نہیں بھری......؟'' اماں نے اعتراض کیا۔

''پھٹ جائے گا اماں۔'' سونو نے فوراً کہا۔

''پھٹ جائے گا تو کیا ہوا؟ دوسرا دے دوں گی تجھے۔'' اماں نے کہا۔

''دوسرا دو گی تو گھاٹا ہو جائے گا اماں۔'' اماں ساکت ہو گئی۔

●●●

''مجھے تجھ سے ایک بات کرنی ہے شریف......؟'' [illegible] شریف کی چارپائی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

''ہاں بول......!'' شریف نے [illegible] چونک کر اسے دیکھا۔

''تو درزی کے کام کے ساتھ ساتھ کوئی اور کام بھی ڈھونڈ لے۔'' شریف اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''کیا ہوا......؟''

[illegible]

[illegible] ہے ابھی پھر کسی سے قرض لینا پڑے گا۔''
بختاور پریشان تھی۔

''میں خود بھی یہی سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا ہوں۔'' شریف نے بے حد تھکے ہوئے انداز میں کہا۔

''اب تو بچے کے لیے بھی کچھ کرنا رہا۔'' بختاور نے ایک گہری سانس لی۔

''گھر کے اخراجات کچھ کم ہو جائیں تو......؟''
بختاور نے شریف کی بات کاٹ دی۔

''اور کتنے اخراجات کم ہوں گے۔ پہلے ہی ایک وقت کا کھانا کھاتے ہیں ہم لوگ۔ دوپہر کو تو چٹنی یا پیاز کے ساتھ روٹی کھاتی ہوں میں۔ بچے کو دودھ کے علاوہ کچھ بھی نہیں دیتی۔ چائے تک دودھ کے بغیر پیتی ہوں۔ کتنے مہینوں سے کوئی نیا کپڑا، نیا جوتا نہیں لیا میں نے اپنے لیے...... بچے کے بھی کپڑے ان کترنوں سے سیتی ہوں جو تم دکان سے لے کر آتے ہو...... اب اور کون سے اخراجات کم کروں میں شریف......؟'' وہ بھی

شریف ہی کی طرح تھکی ہوئی تھی۔ گھر تو خیر لے لیا تھا ان دونوں نے لیکن سہ ماہی اقساط اب ان دونوں کو بے حال کر رہی تھیں۔

''اچھا میں بات کروں گا کل کسی سے۔ رات کا کوئی کام مل جائے۔ چار پانچ گھنٹوں کا تو...... کچھ پیسے تو مل جائیں گے۔'' شریف نے کچھ سوچ کر کہا۔

''میں نے بھی حمیدہ سے کہا ہے کہ مجھے بھی لفافے بنانے کے لیے لا دیا کرے سارا دن فارغ رہتی ہوں۔ بختے کے کچھ روپے تو آ ہی جائیں گے اور کچھ نہیں تو بچے کے بسکٹ اور دوا دارو کے پیسے تو نکل ہی آیا کریں گے۔'' بختاور ہر رات کی طرح اس وقت بھی بیٹھی حساب کر رہی تھی۔ شریف کچھ کہے بغیر چارپائی پر لیٹ گیا۔ بختاور نے چونک کر اسے دیکھا۔

●●●

غبارہ ایک دھماکے کے ساتھ پھٹا تھا۔ اماں بختے ہڑبڑا گئی۔ اس کی ناک پر ٹکی عینک گرتے گرتے بچی۔ پہلے بھی وہ عینک دو تین دفعہ گری تھی اور اس کے موٹے شیشے ایک دو جگہ سے تڑخ گئے تھے۔ اس کے فریم کا ایک کنارہ بھی ٹوٹ گیا تھا جسے رضیہ نے ٹیپ اور دھاگے لپیٹ کر جوڑا تھا۔ دھندلا نظر تو اماں کو پہلے بھی بمشکل آتا تھا اب عینک کے شیشوں میں چند لکیریں اور بڑھ گئی تھیں تو کیا۔ نیا شیشہ بھی ڈال دیا جاتا تب بھی اماں کی آنکھوں کی لکیریں اور دھندلاہٹ کہاں ختم ہونی تھی۔

''دیکھا اماں پھٹ گیا ناں...... !میں نے پہلے ہی کہا تھا۔'' وہ سونو تھا جس نے اماں کے کہنے پر غبارے میں مزید ہوا بھرنے کی کوشش کی تھی اور غبارہ پھٹ گیا تھا۔ اماں بختے نے کپکپاتے ہاتھوں کے ساتھ ایک اور غبارہ نکال کر اسے دیتے ہوئے پکارا۔

''میرا اچھا...... فکر نہیں کرتا ہے...... بڑے غبارے پڑے ہیں...... یہ لے۔'' سونو نے خوشی خوشی اماں سے غبارہ پکڑ لیا۔

''کھانا لا کے دوں......؟'' اس نے ساتھ ہی پوچھا۔ اماں نے سر ہلا دیا۔ سونو بھاگتے ہوئے اندر چلا

سرہلاتے ہوئے کہا۔
''ہاں تو تو بڑا پہلوان ہے تو کیوں تھکے گا......؟''
رضیہ نے ہنستے ہوئے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔
''لیٹ جا اماں کی گود میں......'' رضیہ نے زبردستی اسے لٹا کر اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔ سوٹو نے آنکھیں بند کر لیں پتہ نہیں کتنے لمحے وہ اسی طرح ساکت لیٹا رہا پھر ایک دم اس نے آنکھیں کھول دیں۔
''پر میں سو گیا تو اماں کو کھانا کون دے گا......؟''
رضیہ نے اسے بے حد خفگی سے ایک چپت لگائی۔
''دادی کا کتنا سگا بنتا ہے...... سو جا چپ کر کے......'' رضیہ نے بے حد ناخوش ہو کر کہا...... سوٹو ناخوش ہو کر کچھ دیر ماں کے پاس لیٹا رہا پھر رضیہ دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی اور سوٹو جھٹکے سے اٹھ کر پھر گھر سے باہر آ گیا۔
''جا سوٹو کنگھی اور شیشہ لے کر آ......'' اماں بخشے نے اسے دیکھتے ہی فرمائش کی، وہ روز دہلیز پر ہی بیٹھ کر [illegible] بالوں کو سنوارا کرتی تھی [illegible] شیشہ اور کنگھا لے آیا لیکن اس بار اس نے اس کام کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کیا تھا۔ اپنی گود میں کنگھا اور شیشہ رکھ کر اماں بخشے آہستہ آہستہ اپنے کپکپاتے ہاتھوں کے ساتھ اپنے سفید بالوں کی وہ باریک سی چٹیا کھولنے لگی تھی جو اب آدھے فٹ سے زیادہ نہیں رہ گئی تھی۔
[illegible] بال کھول کر اس نے آہستہ آہستہ بالوں میں کنگھا چلانا شروع کر دیا تھا سوٹو اس کے پاس بیٹھا بڑے شوق سے اسے بالوں میں کنگھا کرتے دیکھ رہا تھا۔ اماں بخشے نے سوٹو کو شیشہ تھماتے ہوئے کہا۔
''لے سوٹو ذرا شیشہ پکڑ...... میں چٹیا کروں......'' سوٹو نے خوشی خوشی شیشہ پکڑ لیا...... اماں نے آئینے میں اپنا عکس دیکھا اس کے ہاتھ تھم گئے۔
●●●
وہ کمرے کی دیوار پر لگے آرائشی شیشے میں اپنے عکس کو مبہوت ہو کر دیکھ رہی تھی جب شریف کمرے میں آیا اور اسے شیشے کے سامنے کھڑے دیکھ کر پوچھا۔
''کیا دیکھ رہی ہے بختے......؟'' بختاور نے چونک کر اسے دیکھا پھر وہ مسکرائی۔
''شیشے سے دیوار کیسی سج گئی ہے شریف......؟''
''ہاں......!'' شریف نے اپنی قمیص کی آستینیں اوپر کرتے ہوئے کہا۔
''اتنا سستا شیشہ مارا ہے...... حمیدہ کو تو یقین ہی نہیں آیا جب میں نے اسے اس کی قیمت بتائی......!'' وہ اپنے دوپٹے کے پلو سے بڑی احتیاط کے ساتھ شیشے کو صاف کر رہی تھی۔
''میں تو شکر ادا کرتا ہوں کہ قسطیں ختم ہو گئی ہیں...... سر پر قرضہ نہیں ہے اب......'' شریف نے ٹرنک کھولتے ہوئے کہا۔
''ہاں، اللہ کا شکر ہے...... قرضہ ختم ہو گیا ورنہ کیسے جان عذاب میں رہتی تھی ہماری......'' بختاور شیشہ صاف کرتے کرتے ایک لمحے کے لیے رکی اور اس نے جیسے سکون کا سانس لیا۔ شریف نے ٹرنک سے کچھ نوٹ گن کر نکالے اور بختاور کو دیے۔
''یہ کیا......؟'' وہ حیران ہوئی۔
''اپنے لیے کپڑے بنوا لے...... پورا سال ایک جوڑا بھی نہیں بنا تیرا......'' شریف نے بڑے پیار سے اسے کہا تھا۔ بختاور نے کچھ شکر گزاری سے اس کے ہاتھ سے نوٹ پکڑ لیے آخری بار نیا جوڑا کب پہنا تھا اس نے یاد کرنے کی کوشش کی۔
●●●
''اماں ہاتھ تھک گئے میرے اب بس کر دو......''
سوٹو نے ایک پاؤں سے دوسرے پاؤں پر اپنا وزن منتقل کرتے ہوئے شیشہ پکڑے پکڑے کچھ بیزاری سے کہا۔
''ہاں ہاں...... میں...... میں بس کر رہی ہوں......'' اماں نے چونک کر اپنی چٹیا گوندھنا شروع کی۔ اس کے کپکپاتے ہاتھ چٹیا کو الٹے سیدھے بل دے رہے تھے...... پر اس کا احساس تو خود اسے بھی نہیں تھا تو کسی دوسرے کو کیا ہوتا۔

گیا تھا اماں نے ایک بار پھر گلی میں آتے جاتے لوگوں کو دیکھنا شروع کر دیا۔ ابھی تک تیسرا گاہک نہیں آیا تھا اس نے ایک نظر دوبارہ پیسوں والے ڈبے کے اندر ڈالی۔
●●●
''سلام بختے......'' حمیدہ نے دروازہ کھول کر اندر آتے ہوئے کہا۔ بختاور صحن میں بیٹھی لفافے جوڑ رہی تھی اور ساتھ ساتھ جھولے میں پڑے بچے کو جھلا رہی تھی۔
''وعلیکم اسلام...... آج صبح صبح کیسے آ گئی حمیدہ......؟'' بختاور نے جواباً پوچھا۔
''محلے کی عورتیں سستا بازار چل رہی ہیں میں نے سوچا تجھے بھی پوچھ لوں......''
''نہیں حمیدہ، مجھے تو بڑا کام ہے......'' بختاور نے فوراً کہا۔
''وہ سب کو ہی ہوتا ہے۔ کون سا روز جانا ہے ہمیں...... کبھی کبھار گھر سے نکلنا چاہیے بختے......؟''
''پر مجھے ابھی منے اور شریف کے کپڑے دھونے ہیں۔ لفافے رہنے بھی دوں تو بہتیرے کام ہیں مجھے......'' بختاور نے صاف انکار کر دیا۔
''شوہر، گھر اور بچے کسی کو کچھ نہیں ہوتا...... سب یہیں رہتے ہیں...... عورت کے پاس کچھ وقت اپنے لیے بھی ہونا چاہیے۔ گھر اور بچوں کے لیے تو ساری عمر ہی جان ماری ہوتی ہے۔'' حمیدہ نے اسے سمجھانے کی کوشش کی اس کے لفظوں نے بختاور پر کوئی اثر نہیں کیا تھا۔
''ہاں مگر میرے پاس پیسے بھی نہیں ہیں۔ بینا بازار آنے جانے کا کرایہ وہاں کھانا پینا...... کچھ خریدنا...... نہ حمیدہ میرے پاس پیسے نہیں۔'' بختاور نے اپنی مشکل بتائی۔
''ارے تو، تو مجھ سے ادھار لے لے...... بعد میں دے دینا...... پہلے بھی تو گھر اور بچے کے لیے ادھار لیتی رہی ہے...... اس بار اپنے لیے لے لینا......'' حمیدہ نے فوراً پیش کش کی۔ لفافہ جوڑتے جوڑتے ایک لمحے کے لیے بختاور کے ہاتھ رکے پھر اس نے ایک دم کہا۔
''نہیں حمیدہ، اپنے لیے ادھار نہیں لے سکتی...... یہ

تو ذرا گھماتا ہے۔'' حمیدہ نے کچھ حیرانی سے اس کا چہرہ دیکھا۔
●●●
''اماں تو سو رہی ہے کیا......؟'' وہ سوٹو کی آواز پر ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی۔ وہ اس کے قریب جھکا مدھم آواز میں بڑے پراسرار انداز میں پوچھ رہا تھا۔
''نہیں...... نہیں سو کہاں رہی ہوں...... ایسے ہی آنکھ لگ گئی......'' اماں بخشے نے فوراً صفائی دی۔
''اماں نے کہا تھا کہ دیکھ کر آ کہیں تو سو تو نہیں رہی...... کوئی چیز اٹھا کر لے گیا تو گھاٹا ہوگا......'' سوٹو نے اسی مدھم آواز میں کہا [illegible] اماں کی [illegible] رضیہ تک پہنچنے سے بچانا چاہتی تھی۔
''بچہ ہے...... اب تو اماں سے مت کہنا...... یہ دال سویاں لے لے......'' اماں نے فوراً ایک کاغذ پر کچھ دال سویاں رکھتے ہوئے اسے پکڑائیں۔
''اور کھانا نہیں لایا تو......؟'' اماں کو سویاں [illegible]
[illegible]
''...... سوٹو نے بڑے مزے سے منہ میں دال سویاں ڈالتے ہوئے کہا۔ وہ سویاں کھاتے ہوئے گھر کے اندر آ گیا۔
''کیوں سو رہی تھی نا بڑھیا......؟'' رضیہ نے اسے دیکھتے ہی کہا۔ وہ بیٹھی کپڑے کاٹ رہی تھی۔
''نہیں تو...... وہ تو جاگ رہی تھی......'' سوٹو نے اطمینان سے جھوٹ بولا۔
''سچ کہہ رہا ہے......؟'' رضیہ نے کچھ ٹٹولنے والی نظروں سے اسے دیکھا۔
''اور کیا...... یہ کھاؤ اماں......'' سوٹو نے ساتھ ہی چند سویاں رضیہ کے منہ میں ڈال دیں۔ رضیہ تو بیٹے کے اس لاڈ پر جیسے قربان ہو گئی تھی۔
''میرا چاند...... میرا لعل...... میرا سوٹو...... میری گود میں آ کے...... تھک گیا ہوگا......'' رضیہ نے اسے زبردستی اپنی گود میں بٹھاتے ہوئے کہا۔
''میں نہیں تھکتا......'' سوٹو نے اطمینان سے

"بس......؟" آخری بل لگتے دیکھ کر سونو نے پوچھا۔

"ہاں بس......!" اماں بختے نے تھکے ہوئے بازو کو ہلکا ہلکا دباتے ہوئے کہا۔ سونو نے اس کی گود سے تھنکا اٹھالیا۔

"روٹی پک گئی کیا......؟" اماں نے اس سے پوچھا۔

"میں اماں سے پوچھ کے آتا ہوں......" سونو نے اسے اطلاع دی۔

"نہیں، ماں سے مت پوچھنا وہ ناراض ہوگی...... تو خود باورچی خانے میں جا کے دیکھ کوئی روٹی بنا رہا ہے۔" اماں بختے نے ٹوکا اور کہا...... دوپہر کا کھانا سلائی سیکھنے والی لڑکیاں ہی باری باری پکایا کرتی تھیں۔

"اچھا میں دیکھ کر آتا ہوں......" سونو غڑاپ سے ایک بار پھر گھر کے اندر غائب ہوگیا اماں نے پیسوں کے ڈبے میں ایک بار پھر جھانک کر دیکھا بھوک کے وقت پیسے گننا بڑا مشکل کام تھا۔

●●●

"تو نے کچھ دیکھا شریف......؟" شریف لقمہ منہ میں رکھتے رکھتے رک گیا۔

"کیا......؟"

"تو نے کچھ دیکھا ہی نہیں......؟" بختاور کچھ مایوس ہوئی۔

"کہاں......؟" شریف نے کچھ بے چارگی سے کمرے میں ادھر ادھر دیکھا۔ اسے اب بھی کچھ نظر نہیں آیا تھا۔

"کھڑکیوں کو دیکھ......" بختاور نے جیسے اسے گائیڈ کیا اور شریف نے آخر کہا۔

"یہ پردے کہاں سے آئے......؟"

"اچھے ہیں ناں......؟" بختاور بے اختیار خوش ہوئی۔

"ہاں، اچھے ہیں...... پر کہاں سے آئے......؟"

"میں خرید کر لائی ہوں...... لنڈا بازار سے......!" بختاور نے بڑے فخریہ انداز میں کہا۔

"تیرے پاس پیسے کہاں سے آئے......؟"

"وہ تو نے کپڑوں کے لیے دیے تھے ناں اس سے پردے خرید لیے میں نے......" شریف نے لقمہ پلیٹ میں رکھ دیا۔

"عید آرہی ہے، تجھے اس لیے کپڑے بنانے کے لیے دیے تھے......" وہ ناراض ہوا۔

"جہاں دو عیدیں نئے کپڑوں کے بغیر گزر گئیں وہاں ایک اور سہی...... کیا فرق پڑتا ہے...... پر تو فکر نہ کر میں نے بچوں کے لیے عید کے کپڑے خرید لیے ہیں......" بختاور نے اطمینان سے کہا۔

"دو سال سے ایک بار بھی ہم کہیں نہیں گئے [illegible] پہلے جاتے تھے۔" شریف نے کچھ اداسی کے ساتھ کہا۔

"سینما بھی ہم تو ایک بار بھی کہیں گھومنے نہیں گئے...... پہلے جاتے تھے ساحل سمندر پر چھٹی کے دن...... کتنی باتیں کرتے تھے ہم وہاں بیٹھ کر۔" بختاور بھی اداس ہونے لگی۔

"نان پکوڑے کھاتے تھے...... سوڈا پیتے تھے۔" [illegible]

شریف کو پتا نہیں کیا یاد آنے لگا۔

"اور اونٹ کی سیر......" بختاور نے لقمہ دیا۔

"اور وہ پھولوں کا گجرا جو تو ہمیشہ لیتی تھی۔" بختاور شرما کر [illegible] ہوئی۔ دونوں کچھ دیر چپ بیٹھے رہے پھر شریف نے کہا۔

"اب وہ سائیکل بھی نہیں جس پر تجھے بٹھا کر کہیں ساتھ لے جاؤں۔"

"اور اتنے فالتو پیسے بھی نہیں کہ ان ساری چیزوں پر ضائع کریں۔"

"اور وقت بھی تو نہیں ملتا کہ میں اور تو دو گھڑی بیٹھ کر دکھ سکھ کی بات کرلیں۔" شریف پھر اداس ہونے لگا۔ بختاور کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی آئی پھر وہ یک دم اپنے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی۔

"میں بھی پتا نہیں کہاں کے قصے لے کر بیٹھ گئی۔ منے کو دودھ دینا تھا...... اور تو نے روٹی کیوں چھوڑ دی...... روٹی کھا...... میں نے بھی دیکھو ابھی تک پانی

کیس لا کر دیا تجھے...... بڑی ہی کو وہ مطمئن ہوگئی ہوں میں......!" وہ کہتے ہوئے دوپٹے سے آنکھیں رگڑتی کمرے سے نکل گئی شریف ویسے ہی بیٹھا رہا تھا۔

●●●

"کھانا آگیا اماں......" سونو نے چہکتے ہوئے اعلان کیا۔ ایک پلیٹ میں روٹی رکھے اور اسی پلیٹ کے کونے میں سالن کی ایک کٹوری رکھے وہ بڑی احتیاط سے دہلیز پر نمودار ہوا تھا...... اماں بختے ایک بار پھر حال میں واپس آگئی تھی۔

"لا میرے لعل...... روٹی دے مجھے......!" اماں بختے نے بڑی خوشی سے کہا۔ روٹی اور چائے یا گھر سے کسی دوسری کھانے والی شے کا ملنا پورے دن میں اس کے لیے خوشی کے سب سے بڑے لمحات تھے۔ سونو نے پلیٹ اسے تھمادی اماں نے پلیٹ سامنے [illegible] رکھ دی۔

"ہاتھ تو دھلا میرے......" اماں نے سونو سے کہا [illegible]

"چل بس کر دو چل گئے۔" اماں نے اپنی قمیص کے ایک کونے سے ہاتھوں کو خشک کرتے ہوئے کھانے کی پلیٹ کو اٹھا کر گود میں رکھ لیا۔ سونو گلاس ہاتھوں میں لے کر دہلیز پر بیٹھ گیا گلاس ابھی آدھا بھرا ہوا تھا یہ باقی کا پانی اماں کھانا کھاتے ہوئے پیتی تھی۔

"کیا پکا ہے آج اماں......؟" سونو کو یک دم کھانے میں دلچسپی پیدا ہوئی۔ اماں روٹی کا لقمہ ہاتھ میں پکڑے آلوؤں کے شوربے میں سے گوشت کا کوئی ٹکڑا ڈھونڈنے کی کوشش کررہی تھی۔ ہفتے میں ایک دن گھر میں بڑا گوشت پکتا تھا اور آج وہی دن تھا...... کٹوری کی تہ میں گوشت کے چند ریشے اور کچھ ہڈیاں بالآخر اماں کو مل گئے اس نے جیسے خوش ہو کر لقمہ منہ میں رکھا۔

"دو کا ایک آنے......" منہ میں موجود چند آخری [illegible] اماں کے ساتھ لقمے کو چوسنے اور چبانے کی جدوجہد کے دوران اس نے سونو کو بتایا۔

"میں پیسے گنوں......؟" سونو نے فوراً پیش کش کی۔

"نہیں...... بے برکتی ہوتی ہے اس سے...... رات کو ہی گنیں گے...... جب دکان بند کروں گی......!" اماں نے اسے بے اختیار روکا۔

"پر میرے سامنے گننا اماں...... میں نے دیکھنا ہے گھاٹا کیسے ہوتا ہے۔" سونو نے معصومیت سے کہا۔ شوربے میں متحرک اماں کی انگلیاں ساکت ہو گئیں۔

●●●

"یہ فریج برآمدے میں کیوں رکھ دیا ہے بختے......؟" شریف گھر میں آتے ہی چونکا تھا۔ ڈرائنگ روم میں موجود واحد صوفہ اور میز برآمدے میں پڑے تھے۔

"اب یہ برآمدے میں ہی رہے گا......" اس کے پیچھے آتی بختاور نے اطمینان سے کہا۔

"کیوں......؟" شریف نے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"کیونکہ میں نے برآمدے کو ڈرائنگ روم بنا دیا ہے اور ڈرائنگ روم بچوں کو دے دیا ہے۔" بختاور نے بتایا۔

"کیوں، بچوں کے بستر برآمدے میں لگا دیتی...... وہ تو وہاں بھی آرام سے سو سکتے تھے۔" شریف نے اعتراض کیا۔

"لو، میں اپنے بچوں کو برآمدے میں سلاؤں...... مہمان تو تھکے دو گھنٹے کے لیے آتے ہیں میں ان کو کیوں نہ برآمدے میں بٹھاؤں...... میرے بچے رات کو برآمدے میں سوئیں اور انہیں ٹھنڈ لگ جائے تو کون ذمے دار ہے۔" بختاور نے برا مان کر کہا۔

"چل اچھا کیا تو نے...... تیرا گھر ہے تو جو چاہے کر...... مہارانی ہے تو اس گھر کی۔" شریف نے ہنس کر اس کی خفگی دور کرنے کی کوشش کی اور اندر چلا گیا۔

"ہاں یہ تو ہے...... گھر تو میرا ہی ہے...... مہارانی تو میں واقعی ہوں یہاں کی......" بختاور نے بڑے فخریہ

UrduPhoto.com

انداز میں گھر کو ایک نظر دیکھ کر سوچا۔

•••

''اماں تو روٹی کیوں نہیں کھا رہی......؟'' اسے گم صم بیٹھے دیکھ کر سوتو نے کہا۔ اماں جیسے ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی۔ سالن اب ٹھنڈا ہو گیا تھا، سالن کے اوپر تیرتی چمکدار چکنائی اب ٹھنڈی ہو کر ایک تہ سی بنا رہی تھی شوربے کے اوپر، اماں نے ٹھنڈے سالن کے اندر روٹی کا ایک اور ٹکڑا بھگونے کی کوشش کی۔

''اور روٹی لا کر دوں......؟'' سوتو نے اماں سے پوچھا۔

''ابھی پہلی کہاں کھائی ہے......؟'' اماں نے نم آنکھوں کے ساتھ لقمہ حلق سے اتارنے کی جدوجہد کی۔ اسے بے اختیار کھانسی ہونے لگی۔

•••

''یہ کھانسی کیوں ہو رہی ہے تجھے......؟'' حمیدہ نے کچھ تشویش کے ساتھ بختاور سے پوچھا۔ وہ بری طرح کھانس رہی تھی۔

''پتا نہیں، ایک ہفتے سے ہو رہی ہے۔ پہلے کھانسی ہوتی ہے پھر سینے میں درد ہونے لگتا ہے۔'' بختاور نے اپنی کھانسی رکنے پر کہا۔

''کوئی دوائی......؟'' حمیدہ نے پوچھا۔

''لو میں خوامخواہ دوا دارو پر پیسے ضائع کیوں کروں...... انہی پیسوں سے گھر کی کوئی اور چیز آ جائے گی۔'' بختاور نے ہنس کر بے پروائی سے کہا۔

''پھر بھی......!'' حمیدہ نے اصرار کیا۔

''میں نے پہلے کبھی دوائیاں کھائی ہیں جو اب کھاؤں گی۔ خود بیمار ہوتی ہوں خود ہی ٹھیک ہو جاتی ہوں...... آ تجھے بچوں کا کمرا دکھاؤں......!'' بختاور کو بات کرتے کرتے اچانک خیال آیا۔

''پورے محلے میں تیرے گھر جیسا کوئی گھر نہیں بختے۔ محلے کی عورتیں تو مثال دیتی ہیں تیری کہ بختے کے گھر تو روٹی زمین پر رکھ کر کھائی جا سکتی ہے اتنی صفائی ہے تیرے گھر کی......!'' حمیدہ نے اندر بچوں کے کمرے کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ بختاور کھانستے ہوئے دوپٹا منہ پر رکھتے ہوئے فخریہ انداز میں مسکرائی تھی۔

•••

''پھر روٹی چھوڑ دی۔'' سوتو نے اس بار اس کا ہاتھ ہلایا تھا۔ بختے جیسے خلا سے واپس آئی تھی سالن اب اور ٹھنڈا ہو گیا تھا۔

''ہاں کھاتی ہوں میں۔'' اماں بختے نے بے حد بے دلی کے ساتھ کہا۔

''اماں میں تجھے ایک بوٹی لا کر دوں...... اپنے سالن سے......؟'' سوتو کو ایک دم پتا نہیں کیا خیال آیا تھا۔

''بوٹی......'' اماں بختے نے [illegible]

•••

''اماں اور سالن چاہیے۔'' بختاور کے سب سے چھوٹے [illegible] بیٹے عبدل نے ضد کی وہ سب صحن میں دستر خوان بچھائے کھانا کھا رہے تھے۔

''اور سالن تو نہیں ہے بیٹا...... کل زیادہ سالن بنا لوں گی تجھے۔'' بختاور نے اسے بہلایا۔

[illegible]

''لا میں دیتا ہوں تجھے۔'' شریف نے اپنا کٹورا [illegible]

''تو چھوڑ شریف، میں اپنا سالن ڈال دیتی ہوں اسے۔'' بختاور نے اسے ٹوکا۔

''نہیں اماں، میں نے ابا کا سالن لینا ہے...... بوٹی والا...... تیرے سالن میں بوٹی [illegible]'' عبدل نے فوراً کہا اور اپنا کٹورا باپ کے سامنے رکھ دیا۔ شریف نے اس کی بات پر ہنستے ہوئے اپنا تقریباً سارا سالن اس کے کٹورے میں الٹ دیا تھا۔

''یہ لے میرا پتّر اب کھا......'' شریف خود اب اپنے برتن میں بچے ہوئے تھوڑے سے شوربے میں اپنی روٹی لگا لگا کر کھانے لگا تھا۔

•••

''لا دو میں بوٹی لا کر دوں اماں......؟'' سوتو نے اس کے ہاتھ سے سالن والا برتن لینے کی کوشش کی۔

اماں نے نم آنکھوں کے ساتھ اسے ٹوکا۔

''نہ سوتو...... بس برتن اندر لے جا......'' اماں نے اسے پلیٹ پکڑا دی تھی۔

''پر تو نے روٹی تو کھائی نہیں اماں......؟'' سوتو نے پلیٹ پکڑتے ہوئے اس سے کہا۔

''بھوک نہیں ہے سوتو......'' اماں نے اداسی سے پانی کا گلاس پکڑ لیا۔

''بھوک کیوں نہیں ہے......؟'' سوتو نے پوچھا۔

''اس عمر میں بھوک نہیں لگتی۔''

''کیوں اماں......؟''

[illegible]'' اماں نے اسے ٹالنے کی کوشش کی۔

''تو پھر کس کو پتا ہے [illegible] ملنے والا نہیں تھا۔ اماں کچھ دیر چپ رہی پھر بولی۔

''اللہ میاں کو......''

''وہ کدھر رہتا ہے......؟'' سوتو نے تجسس سے کہا۔

''آسمان پر تیرا دادا [illegible]'' اماں بختے نے [illegible]

''دادا اللہ کے پاس کیوں رہتا ہے......؟'' اماں بختے سے پانی نہیں پیا گیا۔

•••

''بس ایک بار بچے بڑے ہو جائیں پھر سارے دلدر دور ہو جائیں گے ہمارے......'' شریف نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں رات کو صحن میں چارپائی پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

''پھر ہم بھی اپنے گھر کو پکا کریں گے۔'' بختاور نے کہا۔

''ہاں...... نقشہ بنا کر دوبارہ گھر بنائیں گے۔'' شریف کے پاس لمبی پلاننگ تھی۔

''اور دو منزل بھی بنوائیں گے۔'' بختاور نے سر اٹھا کر چھت کو دیکھا۔

''اور پورے گھر میں پتھر لگوائیں گے...... پالش کرتا ہوا۔'' بختاور کو میر صاحب کے گھر کا پتھر یاد آیا۔

''اور کمرا ٹھنڈا کرنے والی مشین بھی منگوائیں گے باہر سے...... وہ جو حاجی صاحب کے گھر لگی ہے۔'' شریف کو بھی ایک دوسرا محلے دار یاد آیا۔

''اور وہ چیزیں ٹھنڈی کرنے والی مشین بھی لیں گے۔''

''اور ٹی وی بھی......!'' دونوں کو ایک کے بعد ایک چیزیں یاد آ رہی تھیں۔

''اور پھر ہم دونوں بڈھا بڈھی سارا دن اپنے پوتے پوتیوں کے ساتھ کھیلا کریں گے۔'' شریف نے ہنس کر کہا۔

''اور رات کو ہمارے بیٹے اور بہوئیں ہمارے پاس آ کر بیٹھیں گے۔'' بختاور نے خوابوں کی چادر میں ایک اور گرہ لگائی۔

''بیٹے تیرے پیر دبائیں گے۔''

''اور بہوئیں تیرے......!'' شریف نے بے ساختہ کہا۔

''ہماری خدمتیں کرتے پھریں گے...... ابا جی اور اماں جی کہہ کہہ کر......'' بختاور بھی ہنسی۔

''میں تو پھر سارا دن آرام سے لمبی تان کر سویا کروں گا۔'' شریف نے اپنے ارادے بتائے۔

''اور ہم دونوں سیر کو نکلا کریں گے۔ سمندر پر جائیں گے جیسے اس گھر میں آنے سے پہلے جاتے تھے۔'' بختاور نے ایک عجیب سی حسرت کے ساتھ اس کا ہاتھ پکڑا۔ شریف کی آنکھیں اب اندھیرے میں بھی جگنوؤں کی طرح چمک رہی تھیں۔

•••

''سلام اماں بختے!'' وہ سترہ اٹھارہ سال کا ایک نوجوان لڑکا تھا۔ اماں بختے نے چونک کر اسے دیکھا۔

''کیا لینا ہے......؟'' اس نے سلام کا جواب دے کر کہا۔

''کچھ نہیں...... میں تو ملنے آیا ہوں...... پہچانا نہیں تم نے مجھے......؟''

اس لڑکے نے قدرے جوش کے عالم میں کہا۔ اماں نے عینک سیدھی کرتے ہوئے اس کو پہچاننے کی کوشش

UrduPhoto.com

کی۔ وحشت اتنی زیادہ تھی کہ اتنی دور کھڑے اس لڑکے کو وہ نہیں پہچان سکتی تھی۔

"میں زاہد کا بیٹا ہوں اماں...... وہ سامنے والے گھر میں رہتے تھے دس سال پہلے ہم لوگ......" اس لڑکے نے تعارف کروایا اور اماں کو یک دم وہ یاد آ گیا۔ سات آٹھ سال کا ایک شرارتی بچہ جس نے پورے محلے کی جان عذاب میں کر رکھی تھی پھر وہ لوگ محلہ چھوڑ کر چلے گئے تھے اور اب وہ اسے آٹھ نو سال کے بعد دیکھ رہی تھی اس لڑکے کی ماں رضیہ کی بڑی پکی سہیلی تھی۔

"ہاں روشن یہ تو ہے...... تو تو جوان ہو گیا......" اماں نے بے ساختہ کچھ حیران ہو کر کہا۔

"اماں جوان ہوا ہوں بوڑھا تو نہیں ہوا......" روشن نے اسی طرح چہک کر کہا تھا۔

"پر اتنی جلدی بڑا کیسے ہو گیا تو......؟" اماں کی حیرت ختم ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔

"جس طرح ہر ایک کے بچے بڑے ہو جاتے ہیں......" روشن نے چہک کر کہا اور چل پڑا۔

"سب کے بچے۔" اماں بڑبڑائی۔

●●●

"بختے میرے بیٹے جوتے نہیں مل رہے۔" بختاور صحن میں کپڑے دھو رہی تھی جب شریف برآمدے میں پڑی چارپائی کے نیچے جھانکتا باہر آیا تھا۔

"وہ جبار پہن کر گیا ہے۔" بختاور نے آرام سے کہا۔

"جبار......؟" شریف کو جیسے کرنٹ لگا تھا۔ "اسے پورے آ گئے......؟" وہ حیران تھا بختاور ہنسی۔

"تیرا بیٹا جوان ہو گیا ہے شریف...... کدھر بیٹھا ہے تو آنکھیں کھول کر دیکھا کر۔"

"ہاں مگر میرے جوتے تو بہت بڑے تھے۔" شریف کو اب بھی بے یقینی تھی۔

"میرے بیٹے کو تو چھوٹے پڑ رہے تھے۔ بڑی مشکل سے اٹکا کر گیا ہے پیروں میں" بختاور نے بے حد فخر سے کہا۔

"پر کیسے...... بیٹے جوان ہو گئے...... پتا ہی نہیں چلا......" شریف کچھ حیرت سے کہتا ہوا کمرے میں واپس چلا گیا تھا بختاور اس کے جملے پر ہنستی کپڑے دھوتی رہی۔

●●●

عبدل کی چاروں بڑی بیٹیاں اسکول سے واپس آ گئی تھیں اماں بختے نے ان کے کھلکھلانے کی آواز دور سے ہی سن لی۔ وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"سلام اماں......" اماں کے پاس سے گزر کر گھر کے اندر جاتے ہوئے ان چاروں نے باری باری کہا تھا۔ اماں ایک ایک کے پیروں کو گھر کے اندر جاتا دیکھتی رہی سوئو صحن میں چھوٹی بہن سے لپٹ رہا تھا پھر بڑی بہن نے اسے اٹھا کر پیار کیا...... سوئو کو جیسے یک دم دادی سے بہنوں پر ترجیح مل گئی اور اماں بختے کچھ بے چین ہو گئی۔

"سوئو......" اس نے بے اختیار آوازیں دینا شروع کر دیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اسے سوئو کو آوازیں دیتے سن کر رضیہ بولنا شروع کر دے گی...... اور یہی ہوا تھا رضیہ نے اماں بختے کو کچھ کہنا شروع کر دیا [illegible] پھر باہر آ گیا تھا اماں بختے نے رضیہ کے کوسنوں کی پروا نہیں کی۔

"جی اماں......؟" سوئو نے باہر آتے ہی پوچھا۔

"تجھے دادی بھول گئی کیا......؟" اماں نے اسے آتے دیکھ کر دوپٹے کے پلو کا پاٹولا کھولنا شروع کر دیا تھا اور سوئو نے اس کے ہاتھ کی حرکت دیکھ لی تھی۔

"نہیں تو اماں...... یہ والی ٹافی لے دو مجھے" سوئو نے لاڈ سے کہتے ہوئے اماں کو اپنی پسند بھی بتا دی تھی۔ اماں نے ایک کے بجائے دو ٹافیاں نکال کر اسے تھما دیں...... سوئو نے بہت ہنستے ہوئے اماں سے ٹافیاں لی تھیں۔

"اب بیٹھ جا میرے پاس......" اماں بختے نے اس سے کہا۔

سوئو بڑی فرمانبرداری سے اس کے پاس بیٹھ گیا۔ گلی سے یک دم ایک اسکوٹر گزرا...... سوئو ٹافی کھولنا کچھ دیر کے لیے بھول گیا وہ تب تک اسکوٹر کو دیکھتا رہا جب

تک اسکوٹر گلی کا موڑ مڑ کر غائب نہیں ہو گیا۔

"اماں تو ابا سے کہہ...... وہ اسکوٹر لے لے......" سوئو نے یک دم اماں سے کہا۔

"اسکوٹر......؟" بختاور بری طرح چونکی۔

"یہ اسکوٹر کیسے یاد آ گیا تجھے......؟"

"میرا دل کرتا ہے اماں......" "ابا کے پاس اس کا ایک اسکوٹر ہو...... جسے میں چلاؤں......؟" سوئو نے ٹافی کا ریپر اتار کر اسے منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "اسکوٹر...... ابا کا اسکوٹر......" اماں بختے نے بڑبڑانا شروع کر دیا تھا۔

●●●

"اماں...... ابا اسکوٹر لے کر آیا ہے۔" جبار نے دروازے سے ہی گلا پھاڑتے ہوئے بختاور کو اطلاع دی۔ کمرے میں جھاڑو لگاتی بختاور یک دم جھاڑو چھوڑتے ہوئے باہر نکل آئی۔ جبار اب دروازے میں بھی نہیں تھا لیکن گلی میں کسی اسکوٹر کی آواز آ رہی تھی وہ [illegible] اور غفار بیٹھے ہوئے تھے۔

"یہ کس کا اسکوٹر اٹھا لایا ہے تو شریف......" شریف کو اسکوٹر چلاتے دیکھ کر جیسے بختاور کو یقین نہیں آ رہا تھا...... پورے محلے سے عورتیں اور بچے ان کے دروازے کے باہر کھڑے ہو گئے تھے وہ محلے کا پہلا اسکوٹر تھا۔

"میرا اپنا اسکوٹر ہے...... تھک گیا تھا بسوں کے دھکے کھاتے کھاتے اور پیدل چلتے...... اس لیے کام پر جانے کے لیے لیا ہے میں نے۔" شریف نے اسکوٹر سے اترتے ہوئے اس کو بتایا۔

"اللہ میں تو ابھی میٹھے چاول پکا کر محلے میں بانٹتی ہوں...... اتنے سالوں بعد اللہ نے سواری نصیب کی ہے تجھے......!" بختاور جذباتی ہو رہی تھی۔

"ابا مجھے چابی دے اسکوٹر کی...... میں ایک چکر لگا کر آؤں اس پر......" جبار نے باپ کے ہاتھ سے اسکوٹر کی چابی لے لی۔

"غفار کو بھی پیچھے بٹھا لینا......" بختاور نے اسے آواز دی۔

"اماں میں تو اب اسکوٹر پر ہی کالج جایا کروں گا...... اپنے دوستوں کو جا کر ابھی بتاتا ہوں کہ ابا میرے لیے اسکوٹر لے کر آئے ہیں۔" جبار نے اسکوٹر پر بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔ چند ہی لمحوں میں بختاور اور شریف نے اپنے دونوں بڑے بیٹوں کو اسکوٹر سمیت غائب ہوتے دیکھا۔

"اسکوٹر جبار کو ہی دے دو...... دیکھو کتنا خوش ہے...... کالج آنے جانے میں بھی آرام ہو جائے گا اسے اور پھر محنت سے پڑھے گا......" بختاور نے کچھ سوچ کر شریف سے کہنا شروع کیا۔ شریف بھی سر ہلانے لگا۔

"ہاں، اچھا ہے جبار ہی کو دے دیتا ہوں بھائیوں کو اسکول بھی چھوڑ آیا کرے گا۔ مجھے تو اب ویسے بھی بس پر جانے کی عادت ہے وہاں بھی میل ملاپ ہو گیا ہے میرا...... اب اسکوٹر کہاں لیے پھروں گا......" بڑھاپے نے جوانی کے سامنے بڑی آسانی کے ساتھ سپر ڈال دی تھی۔

"پر میٹھے چاول ضرور بانٹ دینا محلے میں اور کوئی خیرات بھی دے دینا...... میرے بیٹوں کی نئی سواری آئی ہے۔" شریف اندر جاتے ہوئے اسے کہنا نہیں بھولا تھا۔ بختاور دروازے پر ہی کھڑی ان دونوں کی اسکوٹر سمیت واپسی کی منتظر تھی۔ گھر کے دروازے کے سامنے اکٹھی ہونے والی بھیڑ اسکوٹر کے غائب ہونے کے ساتھ ہی غائب ہو گئی تھی۔

●●●

"اسکوٹر......" اماں بختے ایک بار پھر بڑبڑائی تھی۔

"اور اماں پھر میں تجھے بھی اسکوٹر پر بٹھایا کروں گا......" سوئو کو یک دم دادی کا خیال آیا۔

"مجھے......؟" اماں بختے نے چونک کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"ہاں تجھے بٹھا کر پتا ہے کہاں لے کر جاؤں گا......" سوئو نے جیسے اس کے تجسس کو ہوا دی۔

"کہاں......؟"

"سمندر پر......" سونو نے کہا۔ اماں بختے پوپلے منہ کے ساتھ ہنس پڑی۔

"اچھا سمندر پر لے کر جائے گا تو مجھے......؟"

"اور کیا......!"

"بس اتنی سیر کرائے گا مجھے......؟" اماں بختے نے کہا۔

"نہیں...... نہیں...... اور ابھی سیر کراؤں گا تجھے...... جہاز پر بٹھا کر......!" سونو نے فوراً کہا۔

"جہاز پر بٹھا کر......؟" اماں کچھ اور ہنسی...... "کون سے جہاز پر بٹھا کر......؟" اس نے سونو کو چھیڑا۔

"ہوائی جہاز پر بٹھا کر...... پھر تجھے...... تجھے کویت لے کر جاؤں گا...... جہاں تایا جی ہیں......" سونو نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ خیالی پلاؤ پکانے کی کوشش کی اور اس کوشش نے پیچھے کوئی زخم ہرا کر دیا تھا اماں بختے کی آنکھوں میں پانی آیا تھا...... اس عمر میں آ کر دکھ پہاڑ بھی بن جائے تو بھی آنکھیں صرف نم ہوتی ہیں ان میں سیلاب نہیں آتا۔

●●●

"تو ابا سے کہہ نا مجھے ویزے کے لیے پیسے دے دے......" جبار نے بختاور سے پھر ضد کرنی شروع کر دی تھی۔

"شریف کے پاس کہاں ہیں پیسے......؟" بختاور نے کچھ پریشان ہوتے ہوئے شوہر کی حمایت کی۔

"تو ابا کسی سے قرضہ لے لے...... میں باہر جا کر لوٹا دوں گا۔" جبار نے اصرار کیا۔

"تیرے ابا اتنی سی عمر میں باہر نہیں بھیجیں گے تجھے۔ ابھی تو میں کا بھی نہیں ہوا جبار......!" بختاور نے اس سے کہا۔

"پہلے اپنی پڑھائی مکمل کر لے...... پھر چلے جانا باہر بھی......"

"پڑھائی کا کیا فائدہ ہے......؟ پڑھ لکھ کر کون سا افسر لگ جانا ہے مجھے...... نوکری کے لیے دھکے کھاؤں گا اور جوتیاں چٹخاؤں گا بس تو ابا سے کہہ مجھے کویت بھیج دے محلے کے سارے لڑکے جا رہے ہیں وہاں۔" جبار نے کہا۔

"مگر......" بختاور نے کچھ کہنے کی کوشش کی جبار نے اسے بات مکمل نہیں کرنے دی۔

"میں نے تو ایک ایجنٹ سے بات بھی کر لی ہے...... بیس ہزار مانگ رہا ہے وہ...... تو بس بات کرا ابا سے۔"

●●●

"بیس ہزار میں کہاں سے لاؤں گا بختے، تیرے بیٹے کا دماغ خراب ہو گیا ہے بیٹھے بیٹھے......!" شریف، جبار کا ارادہ اور مطالبہ سن کر بری طرح بگڑا تھا۔

"تو کسی سے ادھار لے لے......" بختاور نے کچھ تھکے ہوئے انداز میں کہا۔

"بیس ہزار کون ادھار دے گا مجھے......؟" شریف کچھ اور بگڑا۔

"تو کسی سے بات تو کر......!" بختاور نے اصرار کیا۔

"بیٹے کو سمجھاتی کیوں نہیں تو......؟"

"...... ہر روز ...... ایک ...... جاتا ہے ...... پاس اور اب تو کالج چھوڑنے کی دھمکی بھی دے دی ہے...... جب پڑھنا نہیں تو پھر کام تو کرنا ہی ہے اس نے کرنے دے...... جا کر باہر کام اس کی بھی زندگی بن جائے۔" بختاور نے کہا۔ وہ میدے کی سوئیاں سکھانے کے لیے بٹھا رہی تھی اور آج ...... سوئیاں ٹھیک نہیں بن رہی تھیں۔

"جب گھر خریدنے کے لیے قرضہ لیا تھا تو یاد ہے کتنی مشکل سے چکایا تھا۔" شریف نے اسے کچھ یاد دلانے کی کوشش کی۔

"سب یاد ہے...... پھر چکا دیا تھا سارا قرض...... پھر چکا دیں گے...... وہ وعدہ کر رہا ہے کہ باہر جا کر سارے پیسے واپس کر دے گا۔" بختاور نے یقین سے کہا۔

"پر بختے......" بختاور نے شریف کو بات نہیں کرنے دی۔

"تو بات کر کسی سے......"

"گھر کو گروی رکھنا پڑے گا اتنی بڑی رقم قرض لینے کے لیے۔" بختاور شریف کی بات پر کچھ بول نہیں سکی۔ کسی نے جیسے اس کی جان نکال لی تھی۔

"تو چپ کیوں ہے......؟" شریف نے اس سے کہا۔

"کچھ نہیں ایسے ہی......" بختاور بمشکل بولی۔ اس نے میدہ ہاتھ سے رکھ دیا تھا۔

"مجھے اچھا نہیں لگتا گھر کو رہنے دیتے ہیں، میں دکان کو گروی رکھ دیتا ہوں......" شریف نے یک دم کہا۔ بختاور چونک گئی۔ دکان تو کاروبار تھا رزق تھا ......

"بس ٹھیک ہے تو مکان ہی کو گروی رکھ دے...... جبار نے وعدہ تو کیا ہے جاتے ہی سارا قرضہ لوٹا دے گا وہ...... بس ٹھیک ہے تو مکان ہی گروی رکھ دے......" بختاور نے شریف سے زیادہ جبار کا وعدہ خود کو تسلی دینے کے لیے دہرایا۔

"...... کاٹ کاٹ کر گزارے ہیں؟" ہر رات کی طرح اس رات بھی اسے صحن میں چکر کاٹتے دیکھ کر شریف چارپائی سے اٹھ کر باہر آ گیا تھا۔

"بس جب سے میرا جبار گیا ہے کسی شے میں میرا دل ہی نہیں لگتا۔ پتا نہیں کیسے رہ رہا ہو گا وہاں......!" بختاور نے ...... کہا۔

"وہ ٹھیک ہے وہاں اس نے فون پر بتایا ہے......" شریف نے اسے یاد دلایا۔

"وہ تو اس نے اس لیے کہا ہو گا کہ میں پریشان نہ ہوں ورنہ ماں اور گھر کے بغیر پردیس میں کیسے خوش رہ سکتا ہے وہ۔" بختاور کو یقین نہیں آیا۔

"بختے تیرا بیٹا جوان ہو گیا ہے۔" شریف نے اسے ٹوکا۔

"بختا بھی جوان ہو جائے میرے لیے بڑا تھوڑی ......" بختاور رونے لگی تھی۔

"تیرے کہنے پر ہی میں نے قرضہ کرا کے باہر بھجوایا اب تو ہی رو رہی ہے اس کے لیے......" شریف بگڑا تھا۔

"بس میرا دل نہیں لگتا کسی بھی شے میں...... یاد آتا رہتا ہے وہ مجھے ہر وقت......!" وہ کچھ اور زار و قطار رونے لگی تھی۔

"آ جائے گا وہ واپس...... بس پانچ چھ سال کی بات ہے...... تھوڑا پیسہ اکٹھا کر لے پھر آ جائے گا واپس...... یہیں کام کرے گا۔" شریف نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی۔

"تو سچ کہہ رہا ہے شریف......؟" بختاور کو روتے روتے جیسے کوئی آس لگی۔

"اور کیا...... اس نے خود کہا ہے مجھ سے...... اور پھر دیکھ باقی دونوں بیٹے ہیں ابھی ہمارے پاس ان میں دل لگا تو......" بختاور کے آنسو تھمنے لگے۔

●●●

"جب جبار کو بھیج دیا تو مجھے کیوں نہیں بھیج سکتے......؟" غفار چلا رہا تھا۔

"اسے بھیج کر اتنی اداس رہتی ہوں تو اور اداس کرنا چاہتا ہے مجھے؟" بختاور کی آنکھوں میں آنسو اترنے لگے۔

"اب تیری اداسی کے لیے گھر تو نہیں بیٹھ سکتا۔ ابا سے کہہ مجھے ویزے کے لیے پیسے دیں۔" غفار بڑی بدتمیزی کے ساتھ کہا۔

"پر غفار پیسے نہیں ہیں تیرے ابا کے پاس۔" بختاور نے بے بسی سے کہا۔

"کیوں، جبار نے جو پیسے بھجوائے تھے باہر سے...... وہ کہاں ہیں......؟"

"وہ تو گھر گروی رکھ کر باہر بھیجنے کے لیے جو قرضہ لیا تھا اسے اتارنے کے لیے بھیجے تھے اس نے......" بختاور نے اس سے کہا۔

"تو پھر اب گھر کو میرے لیے گروی رکھ کر رقم لیں، میں بھی کویت جا کر بھیج دوں گا آپ کو یہ پیسے واپس۔" غفار نے جیسے اعلان کیا تھا۔ بختاور نے بے یقینی سے اس کا چہرہ دیکھا وہ کتنی آسانی سے اس گھر کو گروی رکھنے کی

UrduPhoto.com

بات کر رہا تھا جسے خریدنے اور بنانے میں اس کی ساری جوانی چلی گئی تھی۔ "وہ گھر" تھا اس کا...... یہ بات وہ انہیں سمجھا نہیں پا رہی تھی...... یہ بات کوئی بھی سمجھ نہیں سکتا۔

●●●

"اماں، میں جیلی لے لوں......؟" سونو نے اسے ایک بار پھر چونکایا۔ وہ منہ کھول کر جمائی لیتے ہوئے کھانے پینے کے ڈبوں میں پڑی چیزوں پر نظر ڈال رہا تھا۔

"جیلی کیا......؟" ایک لمحے کے لیے اماں بختے کو سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیا کہہ رہا تھا۔

"یہ والی جیلی......" سونو نے جیلی کا پیکٹ پکڑ کر اس کے سامنے لہرایا وہ اماں بختے کی دکان کا سب سے مہنگا آئٹم تھا۔

"ساری جیلی کھائے گا......؟" اماں کچھ گریزاں ہوئی۔

"ہاں بھوک لگ رہی ہے۔" سونو نے کہا۔

"تو بسکٹ کھالے۔" اماں نے بسکٹ کا ایک پیکٹ اٹھایا۔

"نہیں، مجھے تو جیلی ہی کھانی ہے۔ بس جیلی ہی...... مجھے جیلی ہی کی بھوک ہے۔" سونو نے دوٹوک انداز میں اماں سے کہا۔

"اچھا چل لے لے۔ بڑی ضد کرنے لگا ہے اب تو سونو۔" اماں نے فوراً اس کے سامنے گھٹنے ٹیکتے ہوئے جیلی کا پیکٹ اسے تھما دیا تھا۔ سونو کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا تھا۔ اس نے اماں کے تبصرے پر بھی غور نہیں کیا۔ وہ بس خوشی خوشی جیلی کا پیکٹ کھولنے میں مصروف تھا۔

اماں نے زرق برق کپڑوں میں ملبوس کچھ بچیوں کو اپنے سامنے سے گزر کر گلی کے ایک گھر میں جاتے دیکھا۔ شاید بڑی گلی کے کسی گھر میں شادی تھی کیونکہ بہت دور سے باجوں کی ہلکی ہلکی آواز آرہی تھی۔

"اماں میں دولھا دیکھوں گا۔" سونو نے یک دم کھڑے ہو کر اعلان کیا۔ باجوں کی آواز اس نے بھی سن لی تھی۔

"اماں سے پوچھ کر جانا سونو۔" اماں بختے نے اسے روکنے کی کوشش کی۔

"اماں کو رہنے دو۔" سونو تقریباً بھاگتا ہوا کہتا چلا گیا تھا۔ محلے کے کچھ اور گھروں سے بھی بچے اور کچھ عورتیں نکل کر بڑی گلی کی طرف گئی تھیں، باجوں کا شور اب بہت زیادہ اور بہت قریب آرہا تھا۔ اماں جا سکتی تو اس وقت وہ بھی گلی کے موڑ پر کھڑے مجمع میں شامل ہوتی جو بڑی گلی سے گزرنے والی بارات کو دیکھ رہا تھا۔

دس پندرہ منٹ کے بعد باجوں کا شور کم ہونے لگا پھر آہستہ آہستہ اس مجمع میں موجود عورتیں اور بچے بھی اپنے اپنے گھر کو واپس جانے لگے۔ اماں سونو کی منتظر تھی چند منٹوں بعد اماں نے بالآخر سونو کو نمودار ہوتے دیکھ لیا۔ اماں نے اطمینان کی سانس لی۔

"دیکھ لی بارات؟" سونو کے قریب آتے ہی اماں نے پوچھا۔

"ہاں......" سونو نے قدرے پرجوش انداز میں [illegible]

"دولھا بھی دیکھا......؟" اماں بختے نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

"ہاں دولھا بھی دیکھا......!" سونو نے سر ہلایا۔

"اماں میری شادی کب ہوگی......؟" سونو نے یک دم اماں سے پوچھا۔ اماں کو ہنسی اور کھانسی کا دورہ پڑا۔

"شادی کرے گا تو......؟" اماں نے دونوں پر قابو پانے کی کوشش کی۔

"ہاں......!" سونو سنجیدہ تھا۔

"اچھا میں کہتی ہوں تیری ماں سے...... کہ لڑکی ڈھونڈ لے تیرے لیے۔" اماں بختے نے ہنستے ہنستے کہا۔

"لڑکی کیوں ڈھونڈے؟" سونو چونکا۔

"بے لڑکی کے بغیر ہی شادی کرلے گا؟" اماں کو ہنسی اور کھانسی کا ایک اور دورہ پڑا۔

"پر اماں میں نے تو تیرے ساتھ شادی کرنی ہے۔" سونو نے اسی سنجیدگی کے ساتھ کہا۔ اس بار اماں کو

ہنسی کھانسی کا دورہ پڑا تھا، مزید ہنسنے کی ہمت نہیں تھی اس میں۔

"پر سونو میں تو بوڑھی ہوگئی ہوں......!" اماں نے بالآخر ہنسی اور کھانسی دونوں پر قابو پالیا تھا۔

"کوئی بات نہیں......" سونو کی سنجیدگی برقرار تھی۔

"اچھا پھر کیا کرے گا؟" اماں بختے نے پوچھا۔

"پھر میں اپنے سارے پیسے تجھے دے دوں گا...... جیسے ابا، اماں کو دے دیتا ہے...... میں بھی ساری چیزیں ہی لا کر دوں گا......" اماں کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

"کیوں بھلا؟" اس نے بمشکل پوچھا۔

"تاکہ تجھے کھانا [illegible]......" سونو نے جواب دیا

اماں کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

●●●

"عبدل کی شادی کر دیتے ہیں بختے......" بختاور شریف کی اس بات پر جیسے کرنٹ کھا کر اچھل گئی۔

[illegible]

شریف کچھ دیر چپ چاپ سر جھکائے چارپائی پر بیٹھا رہا پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"وہ بھی مجھ سے کویت بھیجنے کی ضد کر رہا ہے، شادی کر دیں گے تو بیوی روک لے گی اسے۔" آٹا گوندھتے گوندھتے بختاور سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"جس کو ماں باپ نہیں روک سکتے تو بیوی کیسے روک لے گی......؟" بختاور نے جیسے کچھ تڑپ کر کہا تھا۔

"بیویاں روک لیا کرتی ہیں بختے......!" شریف کے لہجے میں عجیب سی اداسی تھی۔

"عبدل بھی باہر چلا گیا تو ہم اکیلے کیا کریں گے یہاں...... اتنے مہینے سے جبار اور غفار نے پہلے کوئی رابطہ نہیں کیا...... تو عبدل کو بھی گنوانا چاہتی ہے......؟" بختاور کو لگا شریف کی آنکھوں میں آنسو تھے [illegible] پہلی بار اسے لگا شریف بوڑھا ہوگیا ہے۔

"پر شریف شادی کے لیے پیسہ کہاں سے آئے گا۔ ابھی تو غفار نے وہ رقم تک واپس نہیں کی جو گھر گروی رکھ کے اسے دی تھی...... جبار بھی کوئی پیسہ نہیں بھیج رہا......" بختاور نے بے حد تشویش کے ساتھ کہا تھا۔

"جہاں اتنا گھاٹا...... وہاں کچھ اور سہی...... کچھ اور روپیہ ادھار لے لوں گا میں...... شادی سادگی سے کریں گے۔" شریف نے کہا۔

●●●

"دیکھ شریف میری بہو کا دوپٹا۔" بختاور نے بڑی خوشی خوشی ایک سرخ دوپٹا شریف کے سامنے پھیلایا جس پر وہ گوٹا لگا رہی تھی۔ شریف تھوڑی دیر پہلے ہی کچھ سامان لے کر گھر میں آیا تھا اور اب اپنے جوتے اتار رہا تھا اس نے بڑے بے تاثر انداز میں کہا۔

"اچھا ہے۔" بختاور نے اس کے بجھے ہوئے لہجے پر غور کیے بغیر کہا۔

"بس آج رات مکمل کرلوں گی اسے، چاہے رات جاگنا ہی کیوں نہ پڑے مجھے۔" بختاور ایک بار پھر دوپٹے پر گوٹا لگانے لگی۔

"میں سوچ رہا ہوں ہم یہ کمرا عبدل اور اس کی دلہن کو نہ دے دیں۔" شریف نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد کہا۔ بختاور نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیا مطلب......؟ اپنا کمرا عبدل کو دے دیں...... تیرا دماغ خراب ہوگیا ہے۔" وہ ناراضی سے کہہ کر دوبارہ گوٹا لگانے لگی۔

"ہاں...... یہ ذرا اچھا کمرا ہے...... بڑا بھی ہے۔" شریف نے کہا۔

"عبدل کا کمرا بھی اچھا ہے۔" بختاور نے دوبدو کہا۔

"یہ ذرا زیادہ اچھا سجا ہے۔" شریف نے کہا۔

"میں عبدل کے کمرے کو بھی اچھی طرح سجا دوں گی رضیہ کے سامان سے تو فکر نہ کر۔" بختاور نے اس کی بات کاٹی۔

"پھر بھی میں......" بختاور نے اس بار پھر اس کی بات کاٹی۔

"میں تو اپنا کمرا ابھی نہیں چھوڑوں گی...... چاہے

ایک نہیں تین تین بہوئیں آجائیں..... تم ایسا خیال بھی اپنے دل میں مت لانا..... عبدل کو پتا چلا تو ہنگامہ مچادے گا وہ کہ اماں نے ایسا سوچا بھی کیوں.....؟" بختاور نے بے حد غرور سے کہا۔

"تجھے پتا ہے کیسے جان چھڑکتا ہے وہ مجھ پر..... یہ تو برداشت بھی نہیں کرے گا کہ میری جوتی بھی اِدھر سے اُدھر ہو اور تو گھر اچھوڑنے کو....." وہ لگاتار بڑے مان سے بولتی جارہی تھی۔ جب شریف نے مدھم آواز میں اس کی بات کاٹی۔

"عبدل نے ہی کہا ہے مجھ سے..... کہ اسے اپنی بیوی کے لیے یہ گھر اچاہیے۔"

گوٹا لگاتے ہوئے سوئی اس کی انگلی میں چبھی تھی پر زخم دل پر لگا تھا۔ وہ گوٹے کے پھولوں سے نظر نہیں اٹھا سکی..... نظر اٹھا کر شریف سے نظریں ملانا ایسا ہی دوبھر ہو گیا تھا اس کے لیے پھر یک دم اس نے مسکرا کر سر اٹھایا اور پلکیں جھپک کر آنکھوں میں اُمڈتی نمی کو چھپاتے ہوئے کہا۔

"ہاں تو..... وہ..... وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے..... میں تو خود ہی سوچ رہی تھی کہ عبدل کو خود ہی کہوں۔"

"تو رو رہی ہے بختے.....؟" شریف نے اس کی آنکھوں میں آئی نمی کو دیکھ کر بے چین ہو کر پوچھا۔

"نہ..... نہ..... رونا کیوں ہے میں نے..... سوئی لگ گئی ہے انگلی میں..... تجھے تو پتا ہے مجھ سے چوٹ نہیں سہی جاتی۔" اس نے ہنس کر دوپٹے سے آنکھوں کو رگڑا اور دوبارہ دوپٹے پر گوٹا لگانے لگی۔

●●●

"اماں ٹھیک سے بیٹھ جاؤ..... اماں آرہی ہے تجھ کو دیکھنے....." سونو بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا تھا۔ اماں بتّے یک دم سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اس نے میز پر پڑی چیزوں کے ڈبوں کو بھی ٹھیک کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ خود کو مصروف ظاہر کرنا چاہتی تھی سونو دوبارہ غائب ہو چکا تھا۔

چند منٹوں کے بعد وہ ماں کے ساتھ نمودار ہوا تھا۔ رضیہ دبے قدموں آئی تھی لیکن اماں کو ہوشیار بیٹھا دیکھ کر وہ جیسے کچھ مایوس ہوئی۔

"سب کچھ ٹھیک چل رہا ہے یہاں.....؟" اماں نے سر اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھا اور عجیب سے انداز میں کہا۔

"ہاں....."

"گاہکوں سے پیسے دو دفعہ گن کر لیتے تھے۔" رضیہ نے کہا۔

"دو دفعہ گن کر لیے ہیں۔" اماں نے پھر دہرایا۔

"چیزیں احتیاط سے دینی ہیں۔"

"احتیاط سے دی ہیں۔"

"کسی کو ادھار نہیں دینا.....!"

"کسی کو ادھار نہیں [illegible]" اماں جیسے کوئی سبق دہرا رہی تھی رضیہ کے پیچھے۔

"کسی کو مفت کچھ نہیں دینا۔"

"کسی کو مفت کچھ نہیں دیا۔"

"خود بھی کچھ نہیں کھانا۔"

"خود بھی کچھ نہیں کھایا۔"

"آج [illegible] ہے۔" اماں [illegible]

[illegible]

"آج کھانا نہیں ہوگا۔"

"روز ہی کہتی ہے تو یہ..... یہ تو شام کو پتا چلے گا جب تیرا حساب کروں گی..... یہ سونو کو بسکٹ دے ایک پیکٹ۔" رضیہ نے تند و تیز آواز میں کہتے کہتے سونو کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اماں سے کہا۔

"نہیں امی میں ٹافی لوں گا۔" سونو نے فوراً کہا۔

"چل ٹافی لے لے..... اور ادھر ہی بیٹھ اماں کے پاس..... دھیان رکھ کر چیزیں ٹھیک سے بیچ رہی ہے۔" رضیہ کہتے ہوئے واپس اندر چلی گئی..... سونو نے اس بار ایک ٹافی خود اٹھائی اور اماں کے پاس بیٹھ گیا..... اماں نے رضیہ کے جاتے ہی جیسے سکون کی سانس لی تھی۔

تبھی اماں کا ایک اور گاہک پہنچ گیا تھا وہ محلے کے آخری گھر میں رہنے والی عورت زبیدہ تھی گود پر ایک ڈیڑھ سال کا بچہ اٹھائے اس نے اماں سے ایک بسکٹ کا پیکٹ لیا اور اسے کھول کر اپنے بیٹے کو تھما دیا بچے نے چند لمحوں کے لیے منہ اٹھا

[illegible] پھر بسکٹ کا پیکٹ تھام لیا۔

"جبار اور غفار کا کوئی خط پتر..... کوئی فون آیا.....؟" زبیدہ نے اپنا سر کھجاتے ہوئے اماں سے پوچھا وہ گپ شپ کے موڈ میں تھی۔

"نہیں..... پردیس میں وقت کہاں ملتا ہے۔" اماں بڑبڑائی تھی۔

"آخری بار دس سال پہلے آئے تھے نا باپ کی وفات پر....." زبیدہ نے کچھ یاد کرنے کی کوشش کی۔ اماں بتّے کا رنگ کچھ پھیکا پڑا اور اس نے سر ہلا دیا۔

"آئے ہائے دس سال میں ایک بار بھی ماں کی [illegible]" زبیدہ نے جیسے ہمدردی کی لیکن اماں بتّے [illegible]

"یاد کیوں نہیں آتی ہوگی۔ یاد تو آتی ہوگی..... کوئی ماں کو تھوڑی بھول جاتا ہے..... جب بھی بچوں کے ابا کو کھانا کھاتے ہوں گے تو میرے ہاتھ کا کھانا یاد آتا ہوگا انہیں..... ان کی بیویاں میرے جیسا تھوڑی پکا سکتی ہیں۔" زبیدہ نے اپنے بیٹے کے سر پر ہاتھ [illegible]

"ہاں یہ تو ہے۔"

"اور میری طرح کون کلف لگا کر کپڑے دیتا ہوگا..... کھڑ کھڑ کرتے کپڑے۔" اماں کچھ اور جوش سے بولی۔

"پر اماں اب تو مشینوں میں کپڑے دھلتے ہیں اور [illegible] ویسے کپڑے پہنتے ہیں سب لوگ..... ان کو [illegible] ہے۔" زبیدہ نے جیسے تصحیح کرنے کی کوشش کی۔

"پر میری طرح کون سر میں تیل ڈال کر مالش کرتا ہوگا۔" اماں نے اصرار کیا وہ اپنا کیس ہارنے کو تیار نہیں تھی۔

"پر اماں تیرے بیٹوں کے سر پر تو اب چار بال رہ گئے..... کہاں تیل کی ضرورت پڑتی ہوگی تجھے سر ویسے ہی چمکتا ہے۔" زبیدہ نے جیسے مذاق اڑایا تھا اماں بتّے کو اس کی بات پر ہنسی نہیں آئی۔

"اور کون میری طرح لوری دیتا ہوگا۔" زبیدہ نے اس بار کھل کر قہقہہ لگایا۔

"لے اماں پچاس پچاس سال کے ہو رہے ہیں تیرے بیٹے..... اب تیری لوریاں کہاں یاد کرتے ہوں گے۔" اس سے پہلے کہ اماں کچھ کہتی زبیدہ کے بیٹے نے بسکٹ نیچے گرنے پر غصے میں آکر زبیدہ کے منہ پر چانٹا مارا تھا ایک لمحے کے لیے زبیدہ نے درد سے بے حال ہو کر گال پر ہاتھ رکھا پھر ہنس دی۔

"دیکھ ابھی سے کتنا غصہ آتا ہے اماں اسے..... میں ذرا رضیہ سے سلام دعا کر لوں۔" وہ کہتے ہوئے دہلیز پار کر کے اندر چلی گئی۔ اماں بتّے وہیں بیٹھی رہ گئی تھی۔

●●●

شریف کی گود میں بیٹھی عبدل کی ڈیڑھ سالہ بچی شریف کے منہ پر ہلکے ہلکے طمانچے مار رہی تھی شریف سر جھکائے صحن کی چارپائی پر بیٹھا تھا۔ باورچی خانے میں سالن میں کفگیر چلاتی بختاور بے حد بے بسی سے شوہر کو دیکھ رہی تھی۔ عبدل پچھلے ایک گھنٹے سے صحن میں کھڑا باپ پر چلا رہا تھا۔

"سارے کھاتے سارے عذاب میری جان کے لیے چھوڑ دیے..... وہ دونوں بڑے کویت میں بیٹھے اپنے بیوی بچوں کے ساتھ عیش کر رہے ہیں، انہیں ماں باپ کو خرچہ بھیجنے کی توفیق تک نہیں ہے..... خرچے کو تو چھوڑو..... غفار نے مکان پر گروی لی جانے والی رقم تک نہیں بھیجی..... میں بچے پالوں یا ماں باپ پالوں..... اب کون اتارے گا اس گھر کے قرضے..... اب میں اتار رہا ہوں تجھے..... میں نے گروی کی رقم بھی دینی ہے جب یہ گھر تو میرے یا میری بیوی کے نام کرے گا..... ہر مہینہ تو نے میرے ہی گلے میں ڈالنا ہے....." عبدل چلا رہا تھا۔ شریف نے ایک بار بھی سر نہیں اٹھایا اس کی دکان اب عبدل چلا رہا تھا اور جوڑوں کے درد کی وجہ سے اس نے پچھلے سال سے دکان پر جانا بند کر دیا تھا۔

"لے مکان تیرے یا میرے نام کیوں کریں..... وہ تو دیں گے اپنے دونوں چہیتے بیٹوں کو..... اور خدمت

UrduPhoto.com

کر کر کے میں اور تو مر جائیں گے......" رضیہ بھی اب اندر سے آگئی تھی۔

"تو ٹھیک ہے ابا اس بار وہ گروی والے پیسے مانگنے آئیں گے تو میں کہہ دوں گا ان سے کہ مکان پر قبضہ کرلیں وہ......!" عبدل نے باپ کو دھمکایا۔ شریف نے سر اٹھایا دور باورچی خانے میں آنسو بہاتی بختاور کو اس نے دیکھا پھر شکست خوردہ انداز میں عبدل سے کہا۔

"تو کاغذ بنوا لے، تیرے نام کردیتا ہوں میں یہ گھر۔" رضیہ نے یک دم فاتحانہ انداز میں باورچی خانے میں دوپٹا آنکھوں پر رکھ کر روتی ساس کو دیکھا اور اندر چلی گئی۔

●●●

"تو نے گھر عبدل کے نام کرکے اچھا نہیں کیا، جبار اور غفار کو پتا چلے گا تو کتنا ہنگامہ اٹھائیں گے وہ۔ آخر ان کا بھی حصہ تھا اس گھر میں......!" بختاور نے بے حد رنج کے ساتھ شریف سے کہا۔ وہ دونوں بے حد مدھم آواز میں باتیں کررہے تھے۔ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی کوئی بات سن کر بیٹا یا بہو طوفان اٹھائیں۔

"یہ گھر نہیں کھاتا ہے بختے...... اور کھانے میں کسی کا حصہ نہیں ہوتا۔ کھانا پورے کا پورا کسی ایک کے حصے میں آتا ہے۔" شریف نے تسبیح کے دانے پھیرتے ہوئے کہا۔ بختاور بھبک کر رو پڑی۔

"گھر کھاتا کیسے بن جاتا ہے شریف......؟"

"کھانا کھانے والا آدمی کیسے جواب دے اس کا...... یہ سمجھ آجائے تو آدمی کھانا کیوں کھائے۔" شریف آج بے حد اداس تھا۔ بختاور نے یک دم اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"تو لیٹ جا شریف...... تیری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" بختاور نے اپنی چادر سے آنکھیں رگڑ کر کہا۔ شریف بے حد رنج کے عالم میں اس کا چہرہ بہت دیر تک دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

"اب لیٹنا ہی ہے بختے۔ کھانا کھا کر اب لیٹنا ہی ہے۔" بختاور کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔

●●●

"باپ کی موت کا سنتے ہی دونوں بیٹے باہر سے آگئے۔

"بڑی سعادت منداولاد ملی بھائی شریف کو۔ اللہ ایسی اولاد سب کو دے۔" صحن میں تعزیت کرنے والی عورتیں بیٹھی ایک دوسرے سے باتیں کررہی تھیں۔ دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھی بختاور کے کانوں میں جبار اور غفار کی آوازیں گونج رہی تھیں۔

"ابا نے جیتے جی ہمارے ساتھ انصاف نہ کیا تو مر کر کیسے کرتے......!" یہ جبار تھا۔

"ارے، پوری کی پوری جائیداد چھوٹے کے نام کردی یوں جیسے اکلوتی اولاد ہو وہ ابا کی۔" غفار نے حلق کے بل چیخ کر کہا تھا۔

"اور ایک ہم ہیں کہ پاگلوں کی طرح دوڑے آئے باپ کے جنازے کو کاندھا دینے کے لیے۔ کاروبار بند کرکے جہاز کے کرایے پر بھی پیسہ برباد کیا ہم لوگوں نے۔" شریف کی تدفین کے فوری بعد دونوں بڑے بیٹوں نے مکان اور دکان میں اپنے حصے کا مطالبہ کیا تھا اور [illegible] وہ دونوں چیزیں [illegible] بہت پہلے عبدل کے نام کرچکا تھا۔ وہ دونوں آگ بگولہ ہوگئے تھے۔

"میں تو اب دوبارہ اس گھر میں قدم تک نہیں رکھوں گا۔" جبار نے اعلان کیا تھا۔

"ارے جس گھر میں حصہ تک نہیں ہمارا وہاں [illegible] بھی کیوں رکھیں ہم اپنا......!"

"جو کچھ تو نے ہمارے ساتھ کیا ہے اماں...... بس لے آج ابا نہیں تو بھی مرگئی ہمارے لیے۔" بختاور یک دم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"ارے صبر کر اماں...... دکھ بڑا ہے پر صبر کر دیکھ تیری اولاد جانے والا جو چھوڑ کر گیا ہے وہ تیرے لیے۔" ایک عورت نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا تھا۔

●●●

دوپٹے سے اماں بختے نے اپنی آنکھیں رگڑ کر [illegible] دس سال ہوگئے تھے شریف کو گئے پر ہر بار وہ [illegible]

[illegible] آتا تھا تو دل بھر آتا تھا۔

دور سے عبدل جوتے گھسیٹتا آرہا تھا۔ اماں اب اس کی چلنے کی آواز تک پہچانتی تھی۔ وہ یک دم سیدھی ہوکر بیٹھ گئی تھی۔

"آگیا بیٹا......!" اس نے عبدل کے قریب آنے پر کہا۔ عبدل کے ہاتھ میں پھلوں کا لفافہ تھا۔ دہلیز میں اس کے نمودار ہوتے ہی سونو بھاگتا آگیا تھا۔ عبدل نے اماں کی بات کا جواب نہیں دیا۔ اس کی پوری توجہ چار سالہ سونو پر تھی جو اس کی ٹانگوں سے لپٹ کر اب اس لفافے کو اس کے ہاتھ سے چھیننے کی کوشش کررہا تھا۔

"لے، چھین کیوں رہا ہے۔ تیرے لیے ہی لایا ہوں...... تیرا ہی ہے سب کچھ۔" عبدل لفافہ سونو کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے اندر چلا گیا۔ اماں بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی تھی۔

●●●

"تجھ سے ایک بات کرنی ہے اماں۔" عبدل کے لہجے میں ایسی مٹھاس کتنے دنوں بعد سنی تھی اس نے۔ [illegible] ہوکر بیٹھ گئی۔

"ہاں...... ہاں...... بول بیٹا۔" عبدل اس کی چارپائی پر بیٹھ گیا تھا۔

"بچے بڑے ہو رہے ہیں ہمارے...... اور گھر بڑا [illegible] ہے۔" عبدل نے تمہید باندھنی شروع کی۔

"ہاں گھر تو چھوٹا ہے۔ چار بچوں کے ساتھ آسانی سے تو گزارہ نہیں ہوتا...... پر تو فکر نہ کر میں اللہ سے دعا کروں گی تجھے اور رزق دے اتنا پیسہ دے کہ تو [illegible] ایک گھر اپنا لے۔" اماں کا خیال تھا وہ دعا لینے آیا [illegible]

"رزق اور پیسہ تو جب آئے گا آئے گا...... فی الحال تو میں یہ چاہتا ہوں کہ تو برآمدے میں سو جایا کر [illegible] اس کمرے میں بچوں کو رکھنا چاہتے ہیں [illegible]" عبدل کے لہجے میں اس بار ٹھنڈک تھی۔

"پر برآمدے میں تو صوفہ......" بختاور نے کچھ کہنے کی کوشش کی۔ عبدل نے اس کی بات کاٹ دی۔

"صوفہ وہیں رہے گا...... دن کے وقت رضیہ تجھے

صحن میں چارپائی ڈال دیا کرے گی اور رات کے وقت صوفہ ہٹا کر برآمدے میں۔''

''پر عبدل تجھے پتا ہے مجھے برآمدے میں سونے کی عادت نہیں ہے......!'' بختاور نے بڑی کمزور آواز میں کہا۔

''جب سونا شروع کرو گی تو عادت ہو جائے گی اماں اب ابا تو ہے نہیں پورا کمرا کیا کرنا ہے تجھے؟'' عبدل نے کچھ بے زاری سے کہا۔

''میں بچوں کو اپنے ساتھ سلا لوں گی۔ دو تو پہلے بھی میرے پاس ہی سوتے ہیں۔'' اماں نے آخری مزاحمت کی۔

''بچوں کو پڑھائی کے لیے جگہ چاہیے۔ تیرے کھانسنے سے وہ تنگ ہوتے ہیں۔ ساری عمر کمرے میں رہی ہے تو اماں اب برآمدے میں رہ لے گی تو کیا ہوگا۔ تجھے گھر سے تو نہیں نکال دیا ہم نے......!'' عبدل دو ٹوک انداز میں کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔ اماں بختے کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ روئے یا اسی طرح بیٹھی رہے۔ واقعی کسی نے اسے گھر سے نہیں نکالا تھا۔

●●●

''اماں اب چیزیں اٹھا لوں...؟'' سوتو نے اس کا کندھا ہلا کر کہا۔ شام کی اذانیں ہونے لگی تھیں۔ گلی میں بلب جل رہے تھے۔ سوتو گم صم بیٹھی اماں بختے کے پاس کھڑا ایک بار پھر اس کا کندھا ہلانے لگا۔

''اب تو کوئی گاہک نہیں آئے گا اماں......؟''

اماں نے تھکے ہوئے لہجے میں سوتو کا چہرہ دیکھا۔

''ہاں اب تو کوئی...... کوئی نہیں آئے گا، اٹھا لے چیزیں سوتو۔''

●●●

رضیہ نے پیسوں کا ڈبا پوری قوت سے اماں کے سامنے صحن میں پھینکا تھا۔ کھنکھناتے سکے ڈبے سے نکل کر پورے صحن میں لڑھکنیاں کھانے لگے تھے۔

''پھر گھاٹا...... آج تیس روپے کا گھاٹا اور بڑھیا کہتی ہے میں نے کچھ نہیں کھایا، کسی کو مفت چیز نہیں دی...... کسی کو ادھار نہیں دیا، ہر ایک سے گن کے پیسے لیے ہیں...... ارے تو پھر کیا بھوت آ کر کھا جاتے ہیں چیزیں......!'' رضیہ گلا پھاڑ پھاڑ کر صحن کے وسط میں کھڑی چلا رہی تھی اس نے کچھ دیر پہلے ہی حساب کیا تھا۔

''پتا نہیں کب جان چھوٹے گی اس بڑھیا سے اور اس گھاٹے سے......!'' اماں بختے نے صحن میں بیٹھے بیٹھے گردن گھما کر برآمدے میں بیٹھے کھانا کھاتے ہوئے عبدل کو دیکھا جو سر جھکائے کھانے میں یوں محو تھا جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہ ہو۔ اماں بمشکل اپنی چارپائی سے کھڑی ہوئی پھر بڑی جدوجہد کے ساتھ صحن کے بیچ میں بیٹھ کر اس نے زمین پر پھیلے سکوں کو ٹٹول کر اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ وہ ساتھ بڑبڑا رہی تھی۔

''گھاٹے کی سمجھ نہیں آئی۔ روز گھاٹا کیسے ہو جاتا ہے...... روز تو نہیں ہونا چاہیے۔ آخر تیس روپے کی چیزیں کون کھا گیا۔'' وہ سکے اکٹھے کرتے ہوئے بڑبڑا رہی تھی۔ تبھی سوتو اندر سے بھاگتا آیا۔

''ٹھہر اماں، میں جمع کرتا ہوں......'' اس نے بھاگ بھاگ کر صحن میں بکھرے وہ دس پندرہ سکے دو منٹ میں جمع کر لیے تھے۔ اماں صحن کے وسط میں ڈبے کے پاس بیٹھی سوتو کو سکے جمع کرتے دیکھتی رہی۔ سوتو نے سکے جمع کرنے کے بعد انہیں لا کر اماں کے ڈبے میں ڈال دیا تھا۔ پھر اس نے بڑی معصومیت کے ساتھ اماں کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''سارے پیسے اکٹھے کر کے ڈبے میں ڈال دیے ہیں۔ گھاٹا تو نہیں ہوا نا......؟'' اس کے لہجے میں عجیب سی تشویش تھی۔ اماں کی آنکھوں میں نمی جھلملانے لگی پھر سر نفی میں ہلاتے ہوئے نم آنکھوں کے ساتھ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''نہیں، گھاٹا نہیں ہوا...... گھاٹا نہیں ہوا مجھے۔''

سوتو کی آنکھوں میں بے حد فخریہ چمک نمودار ہوئی تھی۔

●●